ماہنامہ
نقیبِ ختمِ نبوّت
ملتان

6

ربیع الاوّل ۱۴۲۲ھ
جون ۲۰۰۱ء

گورنمنٹ کالج لاہور
بے بنیاد پروفیسروں کی زد میں

قبیلۂ نامراداں

بیاد ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمہ اللہ

اداسیوں کے مدفن

دہشت گرد کون؟
امریکی سفیر یا........

نئی قیادت ___ نئی جہالت

بنیاد پرستی اور جہادِ آزادی

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں
انگریز کے مددگار

اخبار الاحرار

افکارِ احرار

فتنہ جمہوریت

جدید دور کی فتنہ سامانیوں میں سب سے بڑا فتنہ جمہوریت، الیکشن اور ووٹوں کی بھیک مانگنا ہے۔ چند مال دار بھکاری قسم کے لوگ الیکشن کی آگ سلگاتے، مال خرچ کرتے، مارے مارے پھرتے، جھوٹے وعدے اور جھوٹے دعوے کرتے اور اس فتنے کا الاؤ روشن رکھتے ہیں۔ عوام کو لالچ دیتے ہیں کہ تم حاکم ہو۔ ان پڑھ عوام اس چکمے میں آجاتے ہیں اور ان عیار و مکار لوگوں کے پیچھے چل پڑتے ہیں۔ وہ ان سیڑھیوں پر چڑھ کر اقتدار سے سنگھاسن تک پہنچنے میں کامیاب ہوجاتے ہیں یا اقتدار کی لیلیٰ کے حجلۂ عروسی کے طواف میں گم ہوجاتے ہیں اور قوم کا سرمایہ، قومی مفادات، وعدے سب خود غرضی کے تنور میں جلنے کیلئے پھینک دیتے ہیں، ان لوگوں کا دین کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ عملی طور پر یہ لوگ اعلیٰ درجہ کے بے دین ہوتے ہیں۔ پیران تسمہ پا کے ساتھ ان کی گاڑھی چھنتی ہے اور مال حرام میں سے ان کے تحفے، ہدیے، نذرانے، چڑھاوے مغفرت کی آرزو پر نثار کیے جاتے ہیں۔ اور مولویوں کا ایک خاص طبقہ ان حرام خوروں کو بخشوانے کا ٹھیکہ لے لیتا ہے۔ سوم، چوتھا، ساتواں، دسواں اور چالیسواں کے ناموں پر مال ہڑپ کرتا ہے اور ان کو بخشش کی نوید سنا دیتا ہے۔

ایسے چمگادڑوں اور شغالوں کی بری سنگت نے مولویوں کو بھی الیکشن کی فکری حرام کاری میں ملوث کر دیا۔ ان مذہبی اجارہ داروں نے جمہوریت سے پیچ لڑایا، الیکشن کا تکل اُڑا اور ووٹوں کا بسنت منایا۔ کافرانہ نظام کی تمام رسمیں پوری کیں۔ جمہوری اداؤں سے اپنی مذہبی رفعت کو پامال کیا۔ نعرہ لگایا کہ ہم جمہوری عمل کے ذریعے ملک میں اسلام لانا چاہتے ہیں۔ کالی آندھیوں میں بہار کی رت دیکھنے کی تمنا یقیناً پڑھے لکھے دیوانے کا خواب ہے۔ یہ مذہب کے نام پر فراڈ ہے، اس پر مستزاد مذہبی ٹھیکیداری و اجارہ داری کا وہ ناقوس ہے جو بجتا چلا جاتا ہے۔ مسجدیں مدرسے ان کی جاگیر، جس میں کسی کی شرکت تک انہیں گوارا نہیں، اتنے، خود پسند ہیں کہ ان کے رویّے اور رائے سے اختلاف کرنے والا گردن زدنی ہوجاتا ہے۔ اس کے خلاف ایسا زہریلا پراپیگنڈہ کرتے ہیں کہ گوئیبلز بھی ہاتھ جوڑ کر انہیں پرنام کرتا اور ان کی نمسکار لیتا ہے۔ پاکستان میں نفاذ اسلام کی منزل کو دور کرنے والا جمہوری و الیکشنی مولوی ہے، حضور اقدس ﷺ سے لے کر آج تک اسلام الیکشن کے ذریعے نہیں آیا۔ اسلام آیا تو افغانستان میں جہاد کے ذریعے۔ اسلام کی حکومت قائم کرنے کے صرف دو طریقے ہیں۔ تبلیغ اور جہاد۔ سارا قرآن دعوت حق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بھرا پڑا ہے۔ مگر الیکشن، ووٹ اور مال کی لذتیت نے ان مذہبی چمگادڑوں کو کہیں کا نہ رہنے دیا۔ اللہ انہیں ہدایت دے اور اسلام کے طریقے کا عامل بنا دے۔ (آمین)

محسنِ احرار، ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان۔ اپریل ۱۹۹۸ء

ماہنامہ نقیبِ ختمِ نبوت ملتان

Regd: M. No. 32

جلد ۱۲ | شمارہ ۶ | قیمت ۱۵

ربیع الاول 1422ھ
جون 2001ء

بیاد
امیر شریعت حضرت سید الاحرار
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ

بانی: مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

زیر سرپرستی

حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ

ابن امیر شریعت حضرت پیر جی
سید عطاء المہیمن بخاری

مدیر مسئول

سید محمد کفیل بخاری

رفقاءِ فکر

مولانا محمد اسحٰق سلیمی
پروفیسر خالد شبیر احمد
عبداللطیف خالد چیمہ
سید یونس الحسنی
مولانا محمد مغیرہ
محمد عمر فاروق

زر تعاون سالانہ

بیرونِ ملک 1000 روپے پاکستانی
اندرون ملک 150 روپے

رابطہ: دارِ بنی ہاشم ۰ مہربان کالونی ملتان ☎ 061.511961

تحریک تحفظ ختم نبوت ترجمان مجلس احرار اسلام پاکستان

ناشر: سید محمد کفیل بخاری طابع: تشکیل احمد اختر مطبع: تشکیل نو پرنٹرز مقام اشاعت: دارِ بنی ہاشم ملتان۔

تشکیل

دل کی بات	پاکستان میں نفاذِ اسلام......؟	مدیر	۳
انتخاب	دہشت گرد کون ہے؟	ادارہ	۵
نعتیں	اے کے بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک	علامہ اقبالؒ	۶
" " "	مرا دل بھی ہے جلوہ گاہِ طوری، یا رسول اللہ	حضرت سید ابوذر بخاریؒ	۸
" " "	اے شبستانِ حرا......!	اسلم انصاری	۹
" " "	مرے مولا محمد، مرے سچے محمد!	سید محمد ذوالکفل بخاری	۱۰
" " "	نعت	کاشف گیلانی/مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی	۱۱
افکار	قبیلۂ نامراداں	سید یونس الحسنی	۱۲
" " "	اداسیوں کے مدفن	سید یونس الحسنی	۱۵
" " "	گھاٹے کا سودا	سید محمد ذوالکفل بخاری	۱۷
" " "	پاکستان مزید تجربات کا متحمل نہیں ہوسکتا	محمد عمر فاروق	۱۹
" " "	بنیاد پرستی اور جہادِ آزادی	نور محمد قریشی ایڈووکیٹ	۲۱
" " "	نئی قیادت............نئی جہالت!	محمد الیاس میراں پوری	۲۶
" " "	رویوں کی بے اعتدالیاں	محمد عابد مسعود ڈوگر	۲۸
طنز و مزاح	زباں میری ہے بات ان کی	ساغر اقبالی	۳۰
ردقادیانیت	نالائق کہیں کا........!!!	محمد طاہر عبدالرزاق	۳۲
نقد و نظر	گورنمنٹ کالج لاہور بے دین پروفیسروں کی زد میں	محمد معاویہ رضوان	۳۳
شخصیت	ضیغمِ احرار شیخ حسام الدین رحمہ اللہ	ڈاکٹر شاہد کاشمیری	۳۷
" " "	آہ! شیخ حسام الدینؒ	مضطر گجراتی	۴۱
تاریخ و تحقیق	۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں انگریز کے مددگار	سید محمود آزاد	۴۲
بر سبیل تمثیل	دہاڑی	حامد سراج	۴۸
اخبار الاحرار	رہنمایانِ احرار کی تنظیمی، تبلیغی سرگرمیاں	ادارہ	۵۰
حسنِ انتقاد	تبصرۂ کتب	ذ۔ بخاری	۵۷
ترحیم	مسافرانِ آخرت	ادارہ	۵۹
شاعری	غزل	خالد شبیر احمد	۶۲

دل کی بات

پاکستان میں نفاذِ اسلام........؟

آج پاکستان کے ایوانِ اقتدار، عدلیہ اور انتظامیہ کی ''غلام گردشوں'' میں یہ دہائی دی جارہی ہے کہ ''پاکستان میں اسلام کا نفاذ کوئی مسئلہ نہیں ۔ یہ صرف مولویوں کا دھندہ اور پروپیگنڈہ ہے، مسجدوں میں اذانیں بلند ہورہی ہیں، یہاں لوگ نمازیں پڑھ رہے ہیں، زکوٰۃ دے رہے ہیں، حج کررہے ہیں، روزے رکھ رہے ہیں، قربانی کررہے ہیں اور قرآن پڑھ رہے ہیں، لوگ آزاد ہیں اور ان امور کی انجام دہی پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ اس طرح پاکستان میں اسلام نافذ ہے اور یہاں نفاذِ اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں''

میرے ایک عزیز ترین دوست نے بتایا کہ میرے چودہ سالہ بیٹے نے مجھ سے پوچھا ....!

ابّی! ہندوستان میں مسلمان رہتے ہیں؟

میں نے جواب دیا! ہاں بیٹا، بہت مسلمان رہتے ہیں اور پاکستان سے زیادہ ہیں۔

وہاں مسجدیں ہیں؟ اذانیں کہی جاتی ہیں؟ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں؟ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں؟ وہ حج بھی کرتے ہیں؟

وہ عید کی خوشیاں مناتے ہیں؟

قربانی بھی کرتے ہیں؟

میں نے اس کے لامتناہی سوالات کو روکتے ہوئے کہا

ہندوستان کے مسلمان یہ سب کچھ کرتے ہیں۔

اس نے پوچھا۔

پھر پاکستان کیوں بنایا تھا؟

میں اپنے بیٹے کو اس آخری سوال کا جواب نہ دے سکا اور اس نے مجھے چپ کرادیا۔

میں اس سوال کا جواب لینے کیلئے اپنے بزرگ دوستوں کے پاس بھی گیا۔ وہ بزرگ دوست جو تحریکِ پاکستان کے پرجوش کارکن رہے تھے اور یہ نعرہ لگایا کرتے تھے۔ ''پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ''

سوال سن کر وہ بھی خاموش ہوگئے، اُن پر سکتہ طاری ہوگیا اور وہ افسردہ ہوگئے۔ اُن کے پاس اس کا کوئی جواب نہ تھا۔

یہی سوال ۵۳ برس قبل چند مسلمان زعماء نے بھی اٹھایا تھا۔ تب انہیں غدار اور ہندوؤں کا ایجنٹ کہا گیا، آج ہماری تیسری نسل کا ایک نوعمر لڑکا وہی سوال دہرارہا ہے، کیا ہم اسے بھی غدار کہیں گے یا ہندوؤں کا ایجنٹ قرار دیں گے؟

مقتدر اداروں پر قابض گروہ بھی تیسری نسل سے تعلق رکھتا ہے اور تیسری پشت میں انگریز کا پکا وفادار ہے۔ کیا اسے اسلام اور مسلمانوں کا غدار قرار دیا جاسکتا ہے؟ اس باب میں بہت کچھ کہا جاسکتا ہے اور ....

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

نماز، روزہ، حج، زکواۃ، قربانی تو ہر مسلمان کے فرائض میں شامل ہیں اور یہ فرائض تو برطانیہ، امریکہ، فرانس، سارے یورپ اور دنیا کے ہر کافر ملک میں بھی ادا ہورہے ہیں۔ انہیں کون روک سکتا ہے، سوال تو پھر اپنی جگہ پوری قوت کے ساتھ موجود ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟

ہم بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ سودی معیشت، کافرانہ جمہوریت، سیکولرازم، بے حیائی، فحاشی وعریانی، ناچ گانا تھیٹر، سرکس، تماشا، کافرانہ ثقافت یہ سب کچھ تو ہندوستان میں بھی موجود ہے، پھر پاکستان کیوں بنایا تھا۔

جنابِ والا! پاکستان میں اسلام کا نفاذ مولوی کا دھندہ نہیں، مسلم امہ کا مسئلہ اور مطالبہ ہے۔ایک فیصد سے بھی کم بے بنیاد اور بے دین مقتدر طائفہ اسلام سے خائف ہے۔ برصغیر کے مسلمانوں نے ایک اقلیتی طائفہ مردود کے اللّوں تللّوں، عیاشیوں اور لوٹ مار کے لئے پاکستان نہیں بنایا تھا۔ اسلام کو بطور ضابطۂ حیات ایک خطے پر نافذ کرنے کیلئے پاکستان معرضِ وجود میں آیا تھا۔

مولوی کو گالی دینا، دینی جماعتوں کو دہشت گرد قرار دینا اور جہاد کو حسب ضرورت غنڈہ گردی قرار دینا ایک فیشن، آرٹ اور کلچر بن گیا ہے اور یہ ہے مستقبل میں ماڈرن اور ترقی یافتہ پاکستان کا نقشہ۔لعنت بر پدرِ فرنگ

اسلام کا نفاذ پاکستان کا سب سے اہم مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بقاء وسلامتی صرف اور صرف اسی سے وابستہ و پیوستہ ہے۔اس مقدس عنوان کی بقا اور زیب وزینت ہم اپنے لہو کی سرخی سے کریں گے۔ ہماری اوّل وآخر منزل صرف اور صرف اسلام ہے۔ بے بنیاد اور بے دین لوگ اپنی دراززبانوں کو روکیں اور ننانوے فیصد بنیاد پرست مسلمانوں کے راستے سے ہٹ جائیں۔

تنزانیہ کا پیدائشی حافظ بچہ، اور قادیانی سازش

گزشتہ ماہ پاکستانی اخبارات میں یہ خبر بہت نمایاں طور پر شائع ہوئی کہ افریقی ملک، تنزانیہ کے ایک غیر مسلم گھرانے میں پیدائشی طور پر ایک حافظ قرآن بچہ پیدا ہوا ہے۔اس بچے کی فلم پر مشتمل ویڈیو کیسٹ اور سی ڈی حالیہ ایام میں، ملک بھر میں عام کی گئی اور کیبل نیٹ ورک کے ذریعہ سے بھی یہ فلم روزانہ کئی بار لوگوں کو دکھائی گئی ۔ یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔''الشیخ شرف الدین الخلیفہ'' نامی اس بچے کی کرشماتی، کراماتی اور معجزاتی شخصیت کا شہرہ کرنے میں جس طرح کی منظم ابلاغیاتی مہم چلائی گئی، ملک کے ذمہ دار دینی حلقوں نے بجا طور پر، اس پر تشویش کا اظہار کیا۔۳۰ مئی کے روزنامہ'' پاکستان''(لاہور) میں شائع شدہ خصوصی رپورٹ نے علماء کے خدشات درست ثابت کردیے ہیں۔ رپورٹ کے مطابق شرف الدین، جو اس وقت سات سال کا ہے، کے والدین قادیانی ہیں، جنہوں نے شرف الدین کو پیدا ہوتے ہی قادیانی جماعت کے حوالے کر دیا تھا۔ قادیانیوں نے لندن میں، اس بچے کی خصوصی تربیت کی، بچے کی غیر معمولی ذہانت کو دیکھتے ہوئے، اسے چند آیتیں اور دعائیں رٹا کر'' حافظ قرآن'' بنادیا گیا اور اس کے اعزاز میں، تنزانیہ میں بڑے بڑے اجتماعات منعقد کیے گئے۔اس بچے کی پہلی فلم قادیانی ٹیلی ویژن''احمدیہ انٹرنیشنل'' کے ذریعہ سے ہی دنیا بھر میں دکھائی گئی۔ یہ فلم تیاری کے بعد چناب نگر (ربوہ) لائی گئی، جہاں اس کا اردو ترجمہ کیا گیا۔ پھر مرزا طاہر کی منظوری سے، اسے کیبل نیٹ ورک کے قادیانی اور قادیانی نواز ٹھیکیداروں کے حوالے کیا گیا اور اخبارات میں تشہیری مہم چلادی گئی۔

یہ رپورٹ واضح طور پر قادیانیوں کی پروپیگنڈہ مشینری کی جعل سازیوں کا پردہ چاک کرتی ہے۔ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام دشمن قوتوں کے تخریبی اور تزویری ہتھکنڈوں کے مقابلے اور ختم نبوت کی حفاظت کے لئے مصروف عمل جماعتوں اور تحریکوں کو بیش از بیش تعاون مہیا کیا جائے تاکہ اس قسم کی گمراہ کن کارروائیوں کا فوری سدباب کیا جاسکے۔

ادارہ

دہشت گرد کون ہے؟

یہ ایک خبر ہے، جو پاکستان کے قومی پریس میں معلوم نہیں کیسے چھپ گئی ہے۔ یہ ایک راز ہے، جو کبھی راز نہیں رہا...... لیکن اس کا افشاء، گویا ایک جرم ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ دہشت گردی، تخریب کاری، فرقہ واریت اور فساد و بدامنی...... کتنے ہی جرائم ہیں جنہیں آنکھیں بند کر کے، دینی کارکنوں سے منسوب کیا جارہا ہے۔ خدا خیر کرے کہ یہ خبر، بند آنکھوں کو کھول دے اور ان کھلی آنکھوں میں بیداری اور بینائی لوٹا دے کہ جن کے متعلق شاعر نے کہا تھا

الٰہی خیر ہو سارے محافظ
کھلی آنکھیں ہیں لیکن سو رہے ہیں

امریکی سفیر پر پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کرانے کا الزام

پاکستان میں متعین امریکی سفیر ولیم بی میلام فرقہ وارانہ دہشت گردی کی خفیہ سرپرستی کررہے ہیں

میلام نے دہشت گردوں سے رابطہ کے لئے امریکیوں پر مشتمل گروہ بنا رکھا ہے، حساس ادارے کی رپورٹ

لاہور (خصوصی رپورٹ) خفیہ ایجنسیوں نے حکومت کو رپورٹ دی ہے کہ پاکستان میں متعین امریکی سفیر ولیم بی میلام فرقہ وارانہ دہشت گردی کی خفیہ سرپرستی کررہے ہیں اور ان کے بعض فرقہ پرست دہشت گردوں سے براہِ راست تعلقات ہیں۔ رپورٹ میں انکشاف کیا گیا کہ امریکی سفیر نے دہشت گردوں سے رابطوں کے لئے امریکیوں پر مشتمل باقاعدہ ایک خفیہ گروپ قائم کر رکھا ہے جو ان کی ہدایات دہشت گردوں تک پہنچاتا ہے۔ ایک شائع شدہ رپورٹ کے مطابق قومی سلامتی کے ذمے دار ایک اہم اور حساس ادارے نے مضبوط شواہد اور دستاویزی ثبوت کے ساتھ وفاقی حکومت کو ایک اہم رپورٹ ارسال کی ہے، جس میں انکشاف کیا گیا ہے کہ پاکستان میں مقیم امریکی سفیر ولیم بی میلام فرقہ وارانہ دہشت گردی کی سرپرستی کررہے ہیں اور پنجاب میں ہونے والی دہشت گردی کی بڑی کارروائیاں ان کی ہدایت پر کی گئی ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ ولیم بی میلام نے ایک تنظیم کے دو دہشت گردوں سے براہِ راست رابطہ رکھا ہوا ہے اور وہ مذکورہ دہشت گردوں کو اہم ہدایات بھی جاری کرتے ہیں۔ دہشت گرد فرقہ وارانہ دہشت گردی کی درجنوں کارروائیوں میں ملوث ہیں اور ملک بھر کے قانون نافذ کرنے والے اداروں کو مطلوب ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ امریکی سفیر سے جہادی تنظیموں کے خلاف کارروائی کیلئے فرقہ پرست دہشت گردوں کو ہدایت دینے، وسائل فراہم کرنے اور نیٹ ورک بنانے کے لئے ۷ امریکی باشندوں پر مشتمل ایک خفیہ گروپ قائم کر رکھا ہے جو براہِ راست ان کی ہدایت کے مطابق کام کرتا ہے۔ مذکورہ گروپ میں اینڈ رڈسن، پیٹر ہوکسن، جیمس اینڈ رٹن، ڈورسیمول، پال مارٹن، جان مینلے اور سٹیفن ڈیون شامل ہیں۔ مذکورہ کارروائیوں کے لئے دہشت گردی کا نیٹ ورک سندھ تک پھیلا دیا گیا ہے اور ولیم بی کی سربراہی میں کام کرنے والے گروپ کے بعض افراد اکثر کراچی اور سندھ کے دوسرے شہروں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ ذرائع نے بتایا کہ حساس ادارے نے مذکورہ رپورٹ کے ہمراہ ایسے آڈیو اور ویڈیو ٹیپ بھی حکومت کو فراہم کئے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امریکی سفیر پاکستان میں فرقہ وارانہ دہشت گردی کی براہِ راست سرپرستی کررہے ہیں۔ (بشکریہ روزنامہ ''پاکستان'' لاہور۔ ۱۰ مئی ۲۰۰۱ء)

علامہ اقبالؒ ترجمہ و توضیح: سید ذوالکفل بخاری

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک

اے کہ بر دلہا رموزِ عشق آساں کردہ ای
سینہ ہا را از تجلی یوسفستان کردہ ای

اے کہ صد طور است پیدا از نشانِ پائے تو
خاکِ یثرب را تجلی گاہِ عرفاں کردہ ای

اے کہ بعد از تو نبوت شد بہر مفہوم شرک
بزم را روشن ز نورِ شمعِ عرفان کردہ ای

اے کہ ہم نامِ خدا ، بابِ دیارِ علمِ تو
اُمیے بودی و حکمت را نمایاں کردہ ای

فیضِ تو دشتِ عرب را مطمحِ انظار ساخت
خاکِ ایں ویرانہ را گلشن بداماں کردہ ای

دل نہ نالد در فراقِ ماسوائے نورِ تو
خشک چوبے را ز ہجرِ خویش گریاں کردہ ای

(منقول از: روداد، انجمن حمایت اسلام لاہور، ۱۹۰۲ء)

ترجمہ: آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت کا تصور شرک ہے

(۱) آپ ﷺ نے ہمارے دلوں پر عشق کے راز آسان فرما دیے۔ ہمارے سینے آپ کے پرتو ذات سے ایسے حسین ہو گئے جیسے حضرتِ یوسف علیہ السلام کا مسکن، (ان کی نورانیت سے)

(۲) آپ ﷺ کے قدموں کے نشان کی جگمگاہٹ ایک سو طور کے برابر ہے۔ آپ کی وجہ سے یثرب کی خاک اللہ تعالیٰ کی تجلی گاہ بن گئی۔ اور اللہ تعالیٰ کی پہچان کا سبب بنی۔

(۳) آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کے بعد کسی بھی طرح کی نبوت کا تصور شرک ہے۔ آپ نے دنیا کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق کے نور سے منور فرما دیا۔

(۴) آپ ﷺ کے شہرِ علم کا دروازہ خدا کا ہم نام ہے۔ اور آپ نے اُمّی ہونے کے باوجود پوشیدہ حکمتوں کو ظاہر فرما دیا۔

(۵) آپ ﷺ کی ذات کے فیض سے صحرائے عرب خوب صورت مناظر کا منتہا بن گیا۔ اس ویرانے کی مٹی میں آپ کی وجہ سے پھول کھل اٹھے۔

(۶) میرا دل آپ ﷺ کے نور سے جدائی کے علاوہ اور کسی چیز کے لئے نہیں روتا۔ جیسے مسجد نبوی کا خشک لکڑی والا 1 ستون آپؐ کے فراق میں رویا تھا۔

توضیح

(۱) پہلے شعر میں حسنِ یوسف علیہ السلام کا ذکر ہے۔

(۲) دوسرے شعر میں کوہِ طور کا ذکر ہے، جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام ذاتِ باری تعالیٰ سے محوِ کلام ہوا کرتے تھے۔

(۳) تیسرے شعر میں ختمِ نبوت کا عقیدہ بیان کیا گیا ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اپنے کلام اور گفتگوؤں میں جابجا عقیدے کی اہمیت اجاگر کی ہے۔

مثلاً ایک جگہ لکھتے ہیں: ''ختم نبوت کے معنیٰ یہ ہیں کہ کوئی شخص بعدِ اسلام اگر یہ دعویٰ کرے کہ مجھ میں ہر دو اجزاءِ نبوت کے موجود ہیں، یعنی یہ کہ مجھے الہام وغیرہ ہوتا ہے اور میری جماعت میں داخل نہ ہونے والا کافر ہے تو وہ شخص کاذب ہے اور واجب القتل۔ مسلیمہ کذاب کو اسی بنا پر قتل کیا گیا تھا'' ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں: ''قادیانی نظریہ ایک جدید نبوت کے اختراع سے قادیانی افکار کو ایک ایسی راہ پر ڈال دیتا ہے کہ اس سے نبوتِ محمدیہ ﷺ کے کامل و اکمل ہونے کے انکار کی راہ کھلتی ہے''۔ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ''میں اس باب میں کوئی شک و شبہ اپنے دل میں نہیں رکھتا کہ یہ احمدی (قادیانی) اسلام اور ہندوستان دونوں کے غدار ہیں۔'' (فیضانِ اقبال، پنڈت نہرو کے نام خط ص ۳۲۰۔۳۲۴)

(۴) چوتھے شعر میں ایک حدیث کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ جس میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں علم کا شہر ہوں، علی اس کا دروازہ ہیں، ابوبکر اس کی چھت ہیں، عمر اس کے ستون ہیں اور عثمان اس کی فصیل ہیں۔

(۵) پانچویں شعر میں عرب کی صحرائی اور بدوی زندگی کی طرف اشارہ ہے۔ یہ زندگی فطرت سے قریب تر ہوتی ہے۔ بقولِ اقبال:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کہستانی

(۶) چھٹے شعر میں ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ حضور ﷺ مسجدِ نبوی میں خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے کھجور کے ایک سوکھے تنے سے ٹیک لگایا کرتے تھے۔ جب منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ اس پر جلوہ افروز ہونے لگے۔ اس جدائی اور محرومی پر اس خشک تنے سے رونے کی آواز آئی تھی۔

مکتبۂ احرار لاہور کی
نئی پیش کش

خطیب الامت، بطلِ حریت امیر شریعت
سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کی مستند سوانح حیات،
ملی و دینی خدمات، جہد و ایثار اور عزیمت و استقلال کا
عظیم مرقع نیا ایڈیشن، رنگین و دیدہ زیب سرورق کے
ساتھ پہلے ایڈیشنوں سے یکسر مختلف اور منفرد

حیات امیر شریعت

مؤلف: جانباز مرزا (قیمت:-/150 روپے)

ملنے کا پتہ:
بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان
مکتبۂ احرار 69 سی حسین سٹریٹ وحدت روڈ
نیو مسلم ٹاؤن لاہور، فون: 5865465

سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ

مرا دل بھی ہے جلوہ گاہِ طوری، یا رسول اللہ

مرا ماحول فساقی ، فجوری، یا رسول اللہ
ادھر سرکار کا دربار نوری، یا رسول اللہ

ادبِ شرط محبت ہے ، ادب بنیادِ طاعت ہے
یہ قارونِ لغت عاشق ہے زُوری، یارسول اللہ

ازل سے آپ کا اور آپ کے در کے غلاموں کا
ہے دل میں احترامِ لا شعوری، یا رسول اللہ

زبان دانِ محبت بودہ ام تا نعت می گویم
ہمیں خواندیم در کنز و قدوری، یا رسول اللہ

میں ہوں اک بندۂ بے دام ازواجؓ و صحابہؓ کا
کہ یہ بنیادِ ایماں ہے ضروری، یا رسول اللہ

سفارش فاطمہؓ کی بھی نہ مانی جس کی خاطر سے
فقط اک عائشہؓ ہے رشک حوری، یا رسول اللہ

وہ جس کی گود میں سرکار دنیا سے ہوئے رخصت
کرے گا کون اس کی قدر پوری، یا رسول اللہ

مری نسبت قریشی ، ہاشمی سب آپ کا صدقہ
وگرنہ ہر نسب کی بات ادھوری، یا رسول اللہ

مری عزت بداوت میں ہے،نسبت آپ سے،اس کی
حضارت، شیطنت کیشِ کفوری، یا رسول اللہ

یہ اطمینان ہے مجھ کو ، حلالی خون ہے میرا
مگر غم ہے کہ ہوں عاصی ، قصوری، یا رسول اللہ

سفر میں دو برس پہلے جو فرمایا کرم مجھ پر
مرا دل بھی ہے جلوہ گاہِ طوری، یا رسول اللہ

ہوئی جب سے زیارت، ہیں دو عالم میری جھولی میں
اسی نعمت کو ترسیں خاکی نوری، یا رسول اللہ

''ہماری آل ہو'' کہہ کر مجھے پہنچایا جنت میں
ہوا اس سے بڑھ کے کیا تصدیق پوری، یا رسول اللہ

علی و فاطمہ ، حسن و حسین اپنے نمائندہ
اگرچہ ہوں سراپا ننگ و عوری، یا رسول اللہ

کہاں جاؤں ، میں کس کے پاس جاؤں ،کون ہے میرا؟
فقط اللہ اور ذاتِ حضوری، یا رسول اللہ

میں امیدِ شفاعت لے کے بیٹھا ہوں ، مرے آقا
کرم ہو، یہ تمنا بھی ہو پوری، یا رسول اللہ

ندامت سے ہوں پانی پانی، کس منہ سے وہاں آؤں؟
اور اس پہ مستزاد اب ناصبوری، یا رسول اللہ

قلندر جز محمد ، ہیچ درمانے نمی دارد
اگرچہ لا دوا شد، درد دوری، یا رسول اللہ

عنایت ہو تو ہو جاؤں میں حاضر اب مواجہ پر
تو کٹ جائے شبِ فرقت دجوری، یا رسول اللہ

سلامِ شوق بھجواتے ہوئے اک زندگی گزری
عطاء ہو جائے اب اذنِ حضوری، یا رسول اللہ

پروفیسر اسلم انصاری

اے شبستانِ حرا.....!

(نعتیہ)

اے شبستانِ حرا،
اے دلِ سنگ میں ٹھہرے ہوئے اک نقشِ جمیل
اے کہستان جمادات میں جاگی ہوئی تقدیر کی لو
اے نہاں خانۂ ہستی کے خزینوں کی ضیاء
اے دلِ آدم و عالم کی دعا
اے شبستانِ حرا!
صبح آفاق نے مانگی تھی ترے ذروں کی نادیدہ کرن
تو نے سیکھا تھا ازل سے درِ مکاں کی طرح وا رہنا
کہکشائیں تری دہلیز سے گزری ہیں زمانوں کی طرح
اور _____ زمانے، جو مہ و سال ہیں _____
سانس روکے ہوئے
اور سر کو جھکائے ہوئے، آتے ہیں یہاں
فیض روانی کے لئے
سب عبارات و اشارات ہیں خاموش یہاں
حسنِ معانی کے لئے!
اے شبستانِ حرا،
اے لبِ ہستی کی دعا
اے دلِ آدم و عالم کی تمنا کی مثیل
اے گزرتی ہوئی آنات میں اک قائم و دائم کی دلیل
تو وہ خوش بخت کہ اس مہر جہاں تابؐ نے بخشا تجھے جلوؤں کا ہجوم
حسنِ انفاس کا تنزیہ و تعطر تری محراب کو فردوس نما کرتا تھا،
تیرے دامن میں ہوا صبحِ رسالت کا طلوع
اے دل آدم و عالم کی دعا
اے شبستانِ حرا!
اے شبستانِ حرا!

ذوالکفل بخاری

مرے مولا محمدؐ، مرے سچے محمدؐ!
(ﷺ)

مرے مولا محمدؐ!
مرے سچے محمدؐ!
مری دنیا میں جب سے، جس قدر سچائی ہے، وہ آپ ہی سے ہے
مرے پاکیزہ طینت، پاک دامن، پاک زادو پاک نفس و پاک ہیں مولا!
مری دنیا میں جب سے، جس قدر پاکیزگی ہے، آپ ہی سے ہے
مرے سچے محمدؐ!
بھلائی جس قدر دنیا میں ہے، وہ آپ ہی سے ہے
مرے مولا محمدؐ!
مری دنیا، مری دنیا نہیں یہ آپ ہی کی ہے
آپ ہی کے دم قدم سے، فیض سے، لطف و کرم سے
ذاتِ بابرکات سے، آباد ہے جب سے بھی یہ
اور جس قدر آباد ہے، یہ آپ ہی سے ہے
مرے سچے محمدؐ!
مجھے سچائی کی، پاکیزگی کی اور بھلائی کی
جتنی ادائیں یاد ہیں، وہ آپ ہی کی ہیں۔
ادا وارِ نبوت ______ میری اتنی سی گزارش ہے
مری اپنی ادافہموں سے نسبت خاص کر دیجئے
مجھے سچوں، بھلوں، پاکیزہ تر لوگوں کے قدموں میں جگہ دیجئے!
مجھے میری ہی دنیا میں قوی و معتبر کیجئے
یہ دنیا آپ ہی کی ہے
مرے مولا محمدؐ!
مرے سچے محمدؐ!

سید کاشف گیلانی

نعت

سارے عالم میں ترے حسن کا شہرہ دیکھوں
دل کی ٹھنڈک کے لئے گنبد خضریٰ دیکھوں

جس طرح تجھ پہ رہا لطف خدا کا سایا
یوں ہی دنیا پہ ترے لطف کا سایا دیکھوں

اس لئے تیری محبت میں ہے مر جانے کا شوق
روزِ محشر میں ترے حسن کا جلوہ دیکھوں

جسم اطہر کی وہاں ہو گی یقیناً خوش بو
اس لئے مجھ کو تڑپ ہے کہ مدینہ دیکھوں

نعت لکھنے کا کیا جب بھی ارادہ میں نے
عرش سے اپنے تخیل کو میں بالا دیکھوں

چاند کو دیکھ کے فرمایا تھا صدیقہؓ نے
چاند پھیکا لگے جب آپ کا چہرہ دیکھوں

جب بھی پڑھتا ہوں مصائب میں نبی کے کاشف
درد سے پھٹتا ہوا اپنا کلیجہ دیکھوں

نہیں ہے ختمِ رسل کا زماں مکاں میں مثیل
وجود ان کا ہے دونوں جہاں کی غرض و دلیل
جہاں میں اسمِ محمد کا فیض ہے سب پر
شعور و عقل و خرد میں ہے ذات ان کی دخیل
ملا ہے عشقِ محمدؐ سے دلبروں کو عروج
ہیں عکسِ روئے منور سے سب حسین و جمیل
ملی ہیں دونوں جہانوں میں عظمتیں اس کو
کہ پائے خاک میں ان کے ہوا جو جا کے قتیل
ہمیشہ فاش ہوئے ان سے راز وہ سب پر
کہ روح جن کے نہ ہونے سے ہوگئی تھی علیل
شعور ان سے بشر کو ہے رفعتوں کو ملا
وگرنہ ہو ہی گیا تھا یہ ظلمتوں میں زلیل
دیا ہے حسن و لطافت کو مہبطِ انوار
بنا کے قدرتِ حق نے وجود ان کا جمیل
نہیں حبیب سوا ان کے چارہ گر کوئی
وہی تو روزِ قیامت سبھی کے ہوں گے وکیل

ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی
(مہتمم جامعہ ملیہ، فیصل آباد)

سید یونس الحسنی

قبیلۂ نامُراداں

یکم مئی کے ''جنگ'' میں ایک حیرت انگیز خبر شائع ہوئی جو نگاہوں سے گذر کر دل میں ترازو ہو گئی۔

''کلکتہ (رائٹرز) کلکتہ کی بدکار عورتیں یوم مئی پر طالبان رہنماؤں کے پتلے جلائیں گی۔ عورتوں کی لیڈروں نے بتایا کہ یہ احتجاج اس مطالبے کے حق میں کیا جا رہا ہے کہ عورتیں کوئی بھی پیشہ اختیار کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ وہ افغانستان میں طالبان حکومت کے عورتوں پر مظالم کے خلاف خواتین سٹی سنٹر تک احتجاجی مارچ کریں گی۔''

یہ خبر پڑھتے ہی میرے اشہب خیال نے کئی سال الٹی زقند لگائی۔ کوئی پاکستانی فوٹو گرافر تھے۔ نام عظمت شیخ تھا۔ ۷۰۔۱۹۷۱ء کے افغانستان کی سیر و سیاحت کا احوال انہوں نے کسی کو کہہ سنایا تھا۔ وہ اپنی اہلیہ محترمہ کے ہمراہ وہاں گئے تھے۔ کابل کے کسی ہوٹل میں قیام کے لئے تگ و دو کرتے رہے مگر بقول ان کے حالت دگرگوں تھی بیگم کے ساتھ لئے پھرتے رہے، تلاش تھی کوئی اچھی جگہ ٹھہرنے کو مل جائے۔ جس ہوٹل میں بھی گئے میزوں پر شراب خانہ خراب اور کرسیوں پر منی سکرٹس میں ملبوس نیم عریاں شباب نظر آیا۔ جگہ جگہ حیاسوز مناظر کی بھرمار جیسے خواتین کے حجابی تقدس کو چیخ چیخ کر چیلنج کیا جا رہا ہو۔ ہر ہوٹل کے بڑے ہال میں تقریب رقصِ عریاں اس پر مستزاد۔ الغرض انہوں نے وہاں مدت قیام کا لمحہ لمحہ اک گونہ کرب و اضمحلال میں گزارا۔

جہاں تک آج کے افغانستان کا تعلق ہے، انٹرنیشنل لیول سے مقامی سطح کے تمام ہوٹل اپنی سمت درست کر چکے ہیں۔ انکے وہ کھلے ہال جو کبھی تماشا گاہ سرودِ عشق بپاں تھے، صلوٰۃ پنجگانہ کی جلوہ گاہ و نور وظہور ہو گئے ہیں۔ کسی غیر اسلامی بلکہ غیر انسانی کیفیت کا وہاں گزر نہیں۔ عورت کی عصمت نے اپنا اصل مقام حاصل کر لیا ہے۔ لبرل نظام تعلیم جس نے جوانانِ افاغنہ کو بے راہرو بنا دیا تھا۔ فناہ کے گھاٹ اتر گیا ہے۔ نژادِ نو میں دینی حمیت اور اپنی وطنی غیرت نے جڑ پکڑ لی ہے۔ وہ سچے مسلمان ہو کر قرنِ اول کی تصویر بن رہے ہیں نیا نصابِ تعلیم مرتب کر کے انہوں نے افغانستان کے بیشتر تعلیمی ادارے کھول دیئے ہیں۔ موجودہ نظام اور نصاب درس و تدریس اس سرزمین کی ضرورت اور خفی و جلی امنگوں کے عین مطابق ہے۔ اگر کمی ہے تو صرف وسائل کی۔ باپردہ خواتین جن محکموں میں ضرورت ہے، وہاں فرائض منصبی انجام دے رہی ہیں۔ وہ تباہ حال افغانستان کی تعمیرِ نو میں اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے جری افغانوں کے شانہ بشانہ سرگرمِ عمل ہیں۔ ان کا حجاب ملکی ترقی کی راہ میں رکاوٹ نہیں۔

پرعزم طالبان نے اپنے وطنِ عزیز کے بچانوے فیصد حصے پر شرعی قوانین مکمل تقاضوں کے ساتھ نافذ کر دیئے ہیں، جس سے وہاں امن وسکون کی فضاء پیدا ہوئی ہے۔ جرائم نہ ہونے کے برابر رہ گئے ہیں۔ انہوں نے نام نہاد مسلم اور دیگر غیر مہذب ممالک کی طرح اپنی بچیوں کی ہاکی، کرکٹ، فٹ بال، والی بال، پیراکی اور دیگر عریاں کھیلوں کی ٹیمیں نہیں بنائیں۔ وہ خواتین کو بغیر محرم آمد و رفت سے روکتے تو کتے ہیں۔ فلم یا تھیٹر کا ناٹ وہاں سے لپیٹ دیا گیا ہے۔ القصہ کفار و مشرکین کے پیدا کردہ تمام مکروہات کا قلع قمع کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ''اسلامی جمہوریہ پاکستان'' کی ننگے سر گھومنے پھرنے والیاں، مردوں کی طرح جینز پہن کر اکڑ دکھانے والیاں، سولہ سنگھار کر کے مخلوط محافل سجانے والیاں، سکولز میں بچے داخل کراتے وقت ولدیت کی جگہ ماں کا نام بہ اصرار لکھوانے والیاں، یہ کڑوا گھونٹ نگل نہیں سکیں۔ انہیں اپنے قبیح خواب چکنا چور ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے عالمی صیہونیت کی پروردہ، تند گفتار ''عاصمہ جہانگیر'' کی قیادت میں منظم ہو کر طالبان کے خلاف

اُدھم مچا رکھا ہے، پاکستانی خواتین اور نئی نسل کو اپنے دامِ ہمرنگِ زمین میں پھنسانے کیلئے اس قبیلۂ نامراداں نے افغانوں کی غیرت کو للکار نے کی ٹھانی اور کابل کی ایک ساحرہ کو جو مغنیہ بھی ہے، پی ٹی وی پر پیش کر دیا، اس سے فرمائشیں کر کر کے گیت سنے، حالانکہ اس کی زبان جاننے والے انگلیوں پر گنے جا سکتے تھے۔ بعدِ ازاں اس کے اعزاز میں پارٹی دی گئی۔ خود ساختہ مہاجرت پر اسے خراجِ تحسین پیش کیا گیا اور اسے عورتوں کے حقوق کی ایثار پیشہ علمبردار قرار دیا گیا۔ پھر چند دن کے وقفے سے اسلام آباد میں گنی چُنی ''آلودۂ مغرب دیوداسیوں'' نے طالبان حکومت کے خلاف جلوس نکالا۔ علماء اور دین اسلام کے خلاف وہ گند بکا کہ حیاان حوازادیوں کے کردار زبوں، پر فغان، بہ لب بہت دور کھڑی بچشمِ نم، انکی خرافات کے مظاہرے دیکھتی رہی۔

انہی میں سے ایک نے گزشتہ سال ''ٹبی گلی'' نام کی فلم بنا کر یواین او کے ایجنڈے کی ایک شق پوری کی تھی۔ اس میں یہی کچھ بتایا گیا تھا جو کلکتہ کے ''اس بازار'' کی آکسیجن سے سانس لینے والیوں نے آج کہا ہے یا جو کچھ ممبئی کی کسبیوں نے ڈکاریں لیں کہ ''اس'' کام کو صنعت اور کرنیوالیوں کو صنعتی مزدور کا درجہ دیا جائے۔ مزید یہ کہ عورتوں کو اپنے پیشے کے چناؤ کا حق ہے چاہے یہی کچھ ہو، اس پر قدغن بالکل نا منظور ہے۔ اسی طرح ساری اکائیاں جمع کر کے مرکب توصلی کے سانچے میں ڈھالئے تو معلوم ہوگا کہ طالبان کے ساتھ وجہِ عناد کیا ہے، صرف یہ کہ اللہ کے ان شیر نما عاجز بندوں نے ہر دو اصناف آدم کو شترِ بے مہار اور اسپ بے لگام نہیں رہنے دیا۔ وہ اپنی ساری توانائیاں اس مقصد کے لئے صرف کر رہے ہیں کہ افغانوں کی موجودہ نسل کی تراش خراش اس رنگ ڈھنگ سے کر دی جائے کہ مستقبل قریب میں اس خیر الامت کا نقشہ دکھائی دے جس کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ بقرہ میں ملتا ہے۔

حال ہی میں چند احباب افغانستان میں تین ماہ گزار کر لوٹے ہیں۔ راقم کے استفسار پر انہوں نے بتایا کہ اسلامی نظام کی برکات کے متعلق جو کتب میں پڑھا اور بزرگوں سے سنا تھا وہ ہم عملاً دیکھ آئے ہیں۔ ''سائبیرین ریچھوں نے جو تباہی مچائی اور غارتگری کا جو اسلوب اختیار کیا، آج بھی جگہ جگہ نظر آتا ہے۔ انتہائی بے سروسامانی کے باوصف طالبان کی کارگزاری اپنی مثال آپ ہے۔ ان کے حسنِ نیت اور تگ و تازِ حیات نے اس ڈوبتی قوم کے کنارے لگا دیا ہے۔ وہ پھر سے اپنے پاؤں پر کھڑی ہوگئی ہے۔ کچھ تشنگی محسوس ہوتی ہے تو اس کا بڑا سبب دنی سیرت، غلط پیمان مسعود کی نامسعودیاں ہیں، جس کی وجہ سے امارتِ اسلامی آج بھی حالتِ جنگ میں ہے۔

یہ بات بعض لوگوں کے لئے یقیناً تعجب خیز ہوگی کہ پوری دنیا کے فرزندان وسلاطین پروٹوکولز اپنے تمام لاؤلشکر سمیت طالبان کے بالمقابل صف آراء ہو چکے ہیں۔ کبھی اسامہ کے بہانے تو کبھی تراشیدۂ اوہام افسانے کے نام پر وہ افغان کو تختۂ مشق بنائے ہوئے ہیں۔ ستم تو یہ ہے کہ خود طالبان والا کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان کہلانے والے مسلم ممالک چند ایک کو چھوڑ کر سارے کے سارے استعماریت کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے ہیں۔ نوبت بہ ایں جا رسید کہ بامیان کی بت شکنی رکوانے کے لئے کئی وفود بھیجے گئے پاکستان کے وزیر داخلہ بھی اپنے خوبصورت نام کے عظیم ترین معنوں کا عملاً انکار کرتے ہوئے کابل گئے اور بدھوؤں کی طرح گھر لوٹ آئے۔ بہ قول غالب تھوڑی ترمیم کے ساتھ ؂

''شرم ان کو مگر نہیں آتی''

شاید وہ ماضی قریب کی عظیم تاریخ کو فراموش کرنے کا تہیہ کئے ہوئے ہیں۔ انہیں تو یہ سب اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے تھا۔ ابھی کل ہی کی بات ہے۔ ہمارے ہمسایہ ملکِ افغاناں میں رشکِ ہفت آسماں پرسکوں وقت تھا، امن و راحت کی قندیل اپنی ٹھنڈی روشنی سے چاروں اطراف کا احاطہ کئے ہوئے تھی۔ لوگ اپنے احوال میں مگن و سرمست تھے۔ وقت کی کوئی سی تلخی وفسوں کاری ان کی اس چال میں دخیل نہیں تھی۔ ایسے ماحول کو جانے کیا ہوا۔ کوئی مجہول فطرت نظر لگ گئی، دفعتہً سرخ صرصر کا طوفان اٹھا، جس کی غارتگری سے راحت چھنی، بیٹیوں، بہنوں کی حرمت لٹی، ارض سلطانِ غزنی کی سطوت پٹی اور ایک المیہ یہ بھی ہوا کہ حریت وطن مٹ گئی۔ عجیب پر ہول وقت تھا، اس خطۂ پاک میں ہر سمت

خون ہی خون اور آگ ہی آگ تھی۔ سرخ اژدہا لاکھوں لوگوں کو کھا گیا، انسانیت کو ذلت ملی اور آدمیت کو ہزیمت۔ اس سب کچھ کے علی الرغم بہ قول شاعر۔

انکے جذب وجنوں میں کمی نہ ہوئی
عشق کے مجرموں میں کمی نہ ہوئی

اللہ اکبر کی خارا شگاف صدا پر ملتِ افاغنہ نے اپنا تن من دھن، دیوانہ وار نچھاور کر دیا، عشق ختم المرسلینؐ یوں ہویدا ہوا کہ بچے، بوڑھے، جوان سارے کے سارے ناموسِ صحنِ چمن کے پاسبان بن گئے وہ جری، وہ دلیر، وہ دلاور، وہ بہادر وہ مومنوں کی طرح خوش چلن، مجاہدوں کا بانکپن لئے آگے اور آگے بڑھے، راہِ منزل کی کٹھنائیاں انکے لئے رکاوٹ نہ بن سکیں۔ وہ سر بکف ہو کر صف بہ صف آئے اور الجہاد الجہاد کا نعرہ لگاتے ہوئے ہر طرف چھا گئے۔ تم نے دیکھا نہیں وہ کس اوج پر پہنچے۔ ادھر بگرام میں غازی تھے۔ تو دشت لیلیٰ میں قربانیوں کی انتہا کر دی۔ کمال کے لوگوں میں جو سینکڑوں نہیں ہزاروں۔۔۔ ہاں ہزاروں کی تعداد میں مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ اس راہ میں وہ بے دریغ کٹے ہیں جھکے نہیں، ٹوٹے ہیں بکے نہیں، ڈٹے ہیں پچکے نہیں، میدانِ کارزار میں استقامت سے ٹھہرے ہیں۔ انکے پائے استقلال میں سر مو لرزش نہیں آئی۔ تا آنکہ بامیان کے سر بہ فلک بتوں کو زمین بوس کر دیا، عیسائیوں نے شور مچایا، یہودی سیخ پا ہوئے بودھوں نے واویلا کیا، ہندوؤں نے زبان درازی کی انتہا کر دی۔ جب کچھ بن نہ پڑا تو کنچنیوں کو میدان میں لے آئے، انکے جلسے جلوس الٹی سیدھی اور آڑھی ترچھی چیخم دھاڑ بھلا کیا بگاڑ لے گی۔ طالبان تو ذات باری پر غیر مشروط ایمان اور منشور و دستور قرآن کے سختی سے پابند ہیں، وہ عشقِ پیمبر ﷺ میں جکڑے اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے ہوئے ہیں۔ وہ تو ان دریدہ بدن اور دریدہ دہن عورتوں کے ننگے سروں پر بھی دوپٹہ ڈال دینگے کہ انکے اخلاق حسنہ کا تقاضا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ طالبان اکیسویں صدی میں آدمیت کے بانکپن اور انسانیت کی پھبن کے نقیب ہیں۔ یورو امریکن مہم جوئی سراسر غلط ہے اور یہود و ہنود کی الزام تراشی مکمل بے بنیاد یہ سب طاغوت ہی کی شاخیں ہیں۔ انکا اول و آخر ہدف اسلام اور صرف اسلام ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۱۶)

کی انتہا ہے کہ دین بیزار علمی زادوں کو دیانتداری کا سرٹیفکیٹ دیکر این جی اوز دشمن ننانوے فیصد سے زیادہ اکثریت کی ایمانداری کا منہ چڑایا جا رہا ہے۔ یہ اندوہناک کیفیات ہر دیندار پاکستانی کو دعوتِ فکر دے رہی ہیں۔

کیا کیجئے گا، بگاڑ زیادہ ہے اور نکھار سنوار کم، معاشرت تو جو تھی، سو تھی۔ معیشت کے گندم نما جو فروشوں نے اڑنگے پہ لا کر ایسا پٹخنی دی کہ پوری قوم چاروں شانے چت ''پڑے کا پڑا'' ہوگئی۔ قوت لا یموت کی فکر نے سوجھ بوجھ کا سلیقہ قرینہ ہی چھین لیا ہے۔ چہرے تھکے تھکے، رنگت اڑی اڑی، پر آئینہ دھندلا، وحشت اثر رُتوں سے شہر دل میں تکدر بالفاظِ دیگر ویرانیوں کی کہر کا ہالہ، چاروں جانب عجب فصلِ خامشی اُگی ہے، شاید کوئی قہر آلود طوفان اٹھنے والا ہے۔ بے چینیاں عروج پر ہیں، امن کا دُور دُور تک نشان نہیں ملتا۔ لوگوں کو پھر سے ''پرانے دیس'' کی ''تانگ'' ہے، لیکن کوئی اس راستے کی مسافرت اختیار نہیں کرتا۔ یہ ہمارا عہد حاضر ہے۔ اسے اکیسویں صدی کی دہلیز کہا جاتا ہے۔ ہمیں مایوسیوں کے ڈھیر سجانے کی بجائے زیست کا کوئی عنوان ڈھونڈنا پڑے گا۔ خرابے میں چراغاں کی تدبیر کرنا ہوگی۔ ورنہ تاریخ اپنا فیصلہ صادر کرنے میں تاخیر نہیں کرے گی اور ہم بے سروسامان رہ جائیں گے۔

نئے افق ہیں اداسیوں کے مہیب مدفن مگر ہے لازم
ان آزمائش کے مرحلوں میں صداقتوں کا خیال رکھنا

سید یونس الحسنی

اُداسیوں کے مَدفن

امیر جماعت اسلامی قاضی حسین احمد نے منصورہ ڈگری کالج کی توسیعی عمارت کا سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حاضرین محفل کو بتایا کہ ''گزشتہ پچاس برسوں میں تعلیم اور مذہب کیلئے یہاں کچھ نہیں کیا گیا۔ البتہ اینگلو امریکن اور یورو انڈین نظامِ درس وتدریس ضرور کاشت کئے گئے ہیں۔ وطن عزیز میں اس وقت چھ سے زائد اقسام کے طریق تعلیم رائج ہیں۔ حمود الرحمٰن کمیشن رپورٹ میں بدکرداری کو ہماری شکست کی بنیادی وجہ قرار دیا گیا ہے۔ لیکن ہم نے اتنے بڑے حادثے سے سبق نہیں سیکھا۔ انڈیا سے دوستی کی پینگیں بڑھائی جا رہی ہیں۔ امریکی نیو ورلڈ آرڈر پر چپکے چپکے عمل کیا جا رہا ہے۔ جہادی تنظیموں کا راستہ روکا جا رہا ہے۔ ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ کا ماٹو رکھنے والی اسلامی فوج کو مکمل منصوبہ بندی کے تحت ڈھکے چھپے انداز میں سیکولر بنانے کی پوری کوشش کی جا رہی ہے۔ ہمارے سائنسدانوں نے بہت کٹھن مراحل سے گزر کر قوم کو سربلند کیا اور اقوام عالم میں باوقار مقام دلایا مگر مخصوص لابی بعض خفیہ مقاصد کی تکمیل کیلئے ان فرزندانِ وطن کو ایک ایک کر کے عضوِ معطل بنواتی جا رہی ہے۔ معلوم نہیں ہمارا منافقانہ رویہ کل کلاں کیا گل کھلائے گا''۔

قاضی صاحب محترم نے ساری باتیں نہایت سوز وگداز سے ارشاد فرمائیں۔ ان میں شکوک وشبہات کی گنجائش قطعاً نہیں۔ جب سے موجودہ اہلکاروں نے نظام مملکت سنبھالا ہے، آئے روز عجیب وغریب دھماکہ خیز واقعات منصۂ شہود پر آ رہے ہیں۔ پی ٹی وی خاصا ''بے شرم'' اور کیبل آپریٹرز ''ننگ دھڑنگ'' ہو گئے ہیں۔ بعض بڑے تعلیمی اداروں میں موجود نظریاتی ''آوارہ گروہ'' دھڑلے سے زبان کے ''چٹخارے'' لینے لگے ہیں۔ سنتِ رسولؐ داڑھی کا استہزا اور تمسخر اڑا کر ''نیکر یا نیپکن'' پہننے پر اصرار کیا جاتا ہے۔ پھر لوگوں کو ہیجان خیزی سے بچانے کیلئے تردیدی بیانات لگوائے جاتے ہیں۔ احتساب کے نام پر کسی کو ''باہر'' بھیجنے کے لئے ڈیل کی جاتی ہے۔ کسی کی واپسی کیلئے تانا بانا بُنا جاتا ہے۔ بڑے بڑے ''کھوکھپ'' مجرموں سے ''صلاح سوتر'' کر کے ضلعی حکومتوں کا کھڑاک کیا گیا ہے۔ نئی قیادت آگے لانے کے نام پر انہی ''حسبی نسبی'' سُور ماؤں کی حرام خور وحرام پوش ''آل اولاد'' کے لاڈ لڈائے جا رہے ہیں۔ جہاں تہاں چناؤ کی رسم ادا ہوئی، وہی پرانے ''گدھ'' یا ان کے بیٹے بیٹیاں، بھتیجے بھتیجیاں، سالے سالیاں، دور ونزدیک چاچے چاچیاں، بھائی بھابیاں بکثرت فائز المرام ہوئے ہیں۔ بھلے وہ پہلی دفعہ میدان میں نکلے ہوں مگر انکی ذہنی، فکری، قولی اور فعلی تربیت انکے ''بڑے بوڑھوں'' نے خوب سوچ سمجھ کر کی ہے۔ یہ سب سدھائے ہوئے ''گوریلے'' اپنے بزرگوں کے قدیم کھیل کے جی جان سے رسیا ہیں، ہمیشہ کامیاب رہیں گے۔ رہ گئی بیچاری ''کرماں ماری'' قوم، تو اسے یہی کہا جائے گا کہ ہم نے بار بار اپیل کی تھی ''ایماندار اور خوش اخلاق لوگوں کو منتخب کیا جائے'' بصورتِ دیگر ''اگوں تیرے بھاگ لچھی اے۔ ہمارا کوئی قصور نہیں۔ کوئی چوری ڈکیت یا جوئے باز آگے آ گیا ہے تو ہم کچھ نہیں کر سکتے۔ الغرض ایک ہمہ گروہ ہمہ جہت بحران عمداً پیدا کیا جا رہا ہے۔ ''بسنت'' سرکاری سرپرستی میں منا کر مسلم مملکت میں ''کنجر کلچر'' کو شعوری طور پر فروغ دیا جا رہا ہے اور مختلف النوع عصبیتوں کی پشت پناہی اس پر مستزاد۔

قوم اندر ہی اندر زبردست اضطراب کا شکار ہے۔ سیاستدان اس گھناؤنی صورت حال کا شاید کلیتہً ادراک نہیں رکھتے۔ وہ پرانا راگ ''الاپتے'' جمہوری تال پر مسلسل رقص کرتے جا رہے ہیں۔ ایک نے کہا ہماری تمام مشکلات کا حل دیو استبداد کی اسی نیلم پری کے پاس ہے۔ دوسرا بولا معطل پارلیمنٹ بحال کر کے سارے روگ دور ہو سکتے ہیں۔ تیسرے کا بھاشن بھی اسی طرح کھٹا میٹھا تھا۔ ان سب ''جمہورے

گویوں'' کے''بڑخان صاحب'' نے اپنے''رفیقِ لیل ونہار'' سے اٹھکیلیاں کرتے ہوئے''بچوں'' کی تائید مزید کی۔ یہ''روسیاہ'' کیفیات اس امر فاجعہ کی بھرپور غماز ہیں کہ ہمارے ہاں کاروبارِ سیاست میں بوجوہ شدید''مندے'' کا رجحان ہے۔ جمہوری مارکیٹ کے''جنرل سٹور'' پر جاگیر دارانہ سوچ، سرمایہ دارانہ طرزِ فکر، ہوسِ زن، زر، زمین، شغلِ دُختِ رز، اور جھوٹی انا پرستی کے سوا کوئی سودا نہیں۔ یہ سب چلے ہوئے کارتوس ہیں۔ اگر پنجابی میں کہا جائے''ایہہ انھے ہتھ بٹیرے نے نہ تیرے نے نہ میرے نے'' تو مضائقہ نہیں۔

جہاں تک طبقہ علماء کا تعلق ہے، اس پر خود پرستی کا غلبہ ہے۔ بدیں وجہ اس میں فعالیت عنقا، روحانیت مفقود۔ علمیت واجبی، وہ بھی کرداریت کے فقدان سے بے سود ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ عجز وانکسار کی بجائے ناگفتنی انتشار میں مبتلا ہے۔ باہمی بغض وحسد یہاں زوروں پر ہے اور ضبط برداشت کی دلربائی یکسر معدوم ہے۔ فی الحقیقت یہ مفسدیت ہے۔ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ نے بالکل درست فرمایا تھا کہ''جب علم بھی نا تمام ہو اور عمل بھی نا تمام تو ہر شعبہ زندگی میں فساد ہی جنم لیتا ہے'' معاف کیجئے گا! ہمارے ہاں منبر ومحراب ایسے ہی ''بگولوں'' کے نرغے میں ہیں۔ گزشتہ کچھ عرصے سے مختلف کارنرز کے''پلے دار'' زوردار مطالبہ کر رہے ہیں کہ فوج کی تعداد انتہائی کم کر دی جائے۔ حکومتِ وقت نے جوابا کئی سیکٹرز سے آدمی واپس بلا کر وہاں برائے نام دفاعی انتظامات رکھے ہیں۔ حس پر ہر ذی شعور اور محبِ وطن دم بخود ہے۔ بے یقینی ہر سطح پر نمایاں ہو رہی ہے۔

اس گمبھیرتا میں رہوارِ خیال نے دفعتہً زقند لگائی۔ مرحوم بغداد یاد آ گیا۔ معتصم باللہ کی خلافت کے تیسرے سال علقمی نے ہلاکو خاں کے ساتھ ساز باز کر کے خلیفہ کو''صائب'' مشورہ دیا کہ امتِ مسلمہ کے اس تمدنی، روحانی، علمی اور سیاسی مرکز میں تین لاکھ فوج کی موجودگی خزانے پر ایک غیر ضروری بارِ گراں ہے، جسے ہلکا کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ چنانچہ چند ہزار کے سوا تمام عساکر کی چھٹی کرا دی گئی۔ امراء حکومت اور اشراف کی کثیر تعداد تاتاریوں اپنی مردہ ضمیری اور قومی حمیت بیچنے کی بہت بڑی قیمت وصول کر رہی تھی۔ علماء کی مناقشت اور مناظروں نے امت کو تقسیم کر رکھا تھا۔ خلیفہ اللّے تللّوں میں مگن تھا۔ ایک روز قاصد نے اطلاع دی کہ ہلاکو خاں کا لشکر جرار بغداد کے بالکل قریب پہنچ چکا ہے تو وہ بھونچکا سا رہ گیا۔ تاریخ میں لکھا ہے چنگیز خاں کا پوتا آندھی اور طوفان کا قہر بن کر بغداد پر نازل ہوا اور غارت گری کا وہ ریکارڈ قائم کیا جس کے سامنے بابل اور نینوا کی داستانیں شرمسار وسرنگوں ہیں۔ بیس لاکھ آبادی میں سے ساڑھے تین لاکھ بچ سکے۔ دجلہ کا پانی خوں رنگ اور عظیم المرتبت کتب خانے آتش فشاں بن گئے تھے۔ حساس دلوں کو سقوطِ بغداد کی ٹھیس آج بھی محسوس ہوتی ہے۔ بزرگ کہا کرتے تھے۔ خلیفہ وقت نے اللہ کے دین کا مذاق اڑایا اور شعائرِ فطرت کو پامال کرنے کی سعی کی چنانچہ سلطنت عباسیہ کے آخری چشم وچراغ کو نمدے میں لپیٹ کر ہاتھی کے پاؤں سے پامال کر دیا گیا۔ چند ماہ پیشتر ہمارے''چیف پردھان'' کی آئیڈیل مملکتِ ترکیہ کے ایک ساحلی شہر میں کسی''بد دماغ'' جرنیل نے کلام اللہ کی تضحیک کی تھی۔ دیکھنے والوں نے دیکھا اور الیکٹرانک میڈیا پر کہہ سنا یا مگر اخبارات میں پڑھا کہ وہ پوری آبادی اس طرح ملیامیٹ ہو گئی جیسے اس کا وجود ہی نہ تھا۔ حالات وواقعات منکشف کرتے ہیں کہ دودمانِ عباسیہ کا فرزندِ نابکار مکمل سیکولر تھا، ترکیہ بھی اسی راستے پر بری طرح گامزن ہے۔ اب پاکستان میں اتاترک کے معنوی فرزند لبرل ازم کے دامِ ہمرنگ زمیں کا صید زبوں ہیں۔ واقفانِ حال کا کہنا ہے مسلح افواج میں بالاقساط وسیع پیمانے پر اکھاڑ پچھاڑ ہو رہی ہے۔ قادیانی اور ایک خاص فرقے کے افسران کو بے تحاشا ترقیاں دیکر مخصوص ومؤثر عہدوں پر متعین کیا جا رہا ہے۔ سول انتظامیہ حتیٰ کہ وزارتوں میں بھی انہی طبقات کے خواتین وحضرات کی بہتات ہے۔ جفاکوشی

(بقیہ صفحہ ١٤ پر دیکھیں)

''مناسبات''/ ذوالکفل بخاری

گھاٹے کا سودا

''اگر یہ کہا جائے کہ بی بی عابدہ! یہ لو، شٹل کاک والا برقع پہنو، ورنہ شریعت ہمارے پاس ہے۔ زیادہ بات کرو گی تو بال اور ناک کاٹ دیں گے...... تو پھر بنیادی حقوق کہاں رہ جائیں گے؟''۔ یہ سوال ۲۲ مئی کو ''خبریں'' فورم میں بیگم عابدہ حسین نے اٹھایا ہے۔ لیکن سوال ابھی مکمل نہیں ہوا۔ بیگم صاحبہ نے مزید کہا کہ...... ''اگر یہاں بھی افغانستان کی طرح ایسا کام شروع ہو جائے کہ جو لڑکی سکول، میں جانا چاہے، اسے گھر میں بند کر دو، جس کے بال نظر آ جائیں اسے قید میں ڈال دو، چور کا ہاتھ کاٹ دو، تو پھر موجودہ دور میں ہم سے کون ہمدردی کرے گا؟ اگر ہم بھی آثار قدیمہ کو بارود سے اڑانے لگیں تو یقیناً ہم سب کی ہمدردیاں کھو دیں گے۔ کیا یہ گھاٹے کا سودا نہیں؟''

بیگم صاحبہ کے اس استفہام اقراری کے جواب میں، چند سوال ہمارے ذہن میں بھی آئے ہیں۔ مثلاً گزشتہ چون سال میں، پاکستان میں کب کب شٹل کاک برقعے کو خواتین کا قومی لباس قرار دیا گیا؟ کتنی خواتین کے بال اور ناک اس حکم کی خلاف ورزی پر کاٹے گئے؟ سکول جانے کے ''جرم'' میں کتنی بچیوں کو گھروں میں نظر بند کیا گیا؟ بال کھلے رکھنے کی پاداش میں کتنی لڑکیاں قید میں ڈالی گئیں؟ کتنے چوروں کے ہاتھ کاٹے گئے؟ کتنے آثار قدیمہ کو بارود سے اڑایا گیا؟----اگر ان سب سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو بیگم صاحبہ یہ بھی فرمائیں کہ ہم نے کتنی ہمدردیاں حاصل کیں؟ کتنے نفع کے سودے کیے؟

پاکستان میں بنیادی انسانی حقوق کی پامالی کے مجرم کون ہیں؟ طالبان؟ افسوس...... ایک سیاست دان کی زبان آرائی مبالغہ آرائی سے آشنا ہو جائے، یا مغالطہ دہی کی رسیا، تو پھر سامنے کی حقیقتیں نظر نہیں آیا کرتیں۔ ہمدردیاں اور منافع کے سودے، ایسے ہی خوش نما عنوانات سے دانش کی دھاک بٹھائی جاسکتی ہے۔ نہیں، ہتھیلی پر سرسوں جمائی جاسکتی ہے، لیکن خدا کے لیے کوئی یہ بھی تو بتلائے کہ چون سال، ہمدردیوں اور منافع کے سودوں کے بھیک مانگنے والوں کی ''پراگرس رپورٹ'' کیا ہے؟ غیر مشروط، بلا جواز اور بے لگام حق حکمرانی؟ امیر کو امیر تر اور غریب کو غریب تر ہوتے چلے جانے کا ''حق''؟

اس دھرتی، پر زندگی آج بھی اتنی ہی تلخ اور ہولناک ہے، جتنی چون سال پہلے...... نہیں، دو سو سال پہلے تھی۔ انگریز بہادر جتنے بھی ''بنیادی حقوق'' انگلستان سے لے کر آیا تھا، وہ اس نے انہی لوگوں میں بانٹے تھے جو کئی کئی لاکھ ایکڑ زمین کے مالک بنائے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ لوگ سراج الدولہ یا ٹیپو سلطان کے کینڈے کے لوگ نہ تھے۔ یہ کوئی گرے پڑے لوگ بھی نہ تھے۔ یہ ایک نئی اشرافیہ تھی۔ نواب، سر، خان بہادر، مخدوم الملک اور نجانے کیا کیا۔ وہ لوگ جو اپنی جاگیروں اور جائیدادوں پر ۱۸۵۶ء سے قبل حق ملکیت ثابت کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ غلام ابن غلام ابن غلام۔ اس خطے میں، اس دھرتی پر...... جتنے بھی منافعے کے سودے کیے، انہی لوگوں نے کیے۔ سردار، وڈیرے، سائیں اور پیر---- جن کے زیر سایہ مخلوق کو تعلیم، صحت، روزگار اور رہائش، بھیک میں ملتی ہے، بنیادی حق کے طور پر نہیں۔ بی بی عابدہ یہ بتائیں کہ ان کی راجدھانی میں سکول، سڑکیں، ڈسپنسریاں اور ڈاکخانے ووٹوں کے عوض نہیں دیے جاتے؟ وہ بھی ترسا ترسا کر! عوام کی ضعیف الاعتقادی، ناخواندگی اور افلاس کا فائدہ کسے تھا، اور کسے ہے؟ یہ کیسے ممکن ہو جاتا ہے کہ کرنل سید عابد حسین کے بعد بی بی عابدہ حسین، اور بی بی عابدہ حسین سے آگے بی بی صغریٰ امام کی ذات میں آقائی صفات کا ظہور ہوتا چلا جاتا ہے۔ یہ صرف ۱۸۵۶ء کے بندوبست اراضی کے سبب ممکن ہوتا ہے۔ فرنگی آقاؤں کے ہاتھوں ہونے والا اولین بندوبست اراضی۔ کہاں کا میرٹ، کہاں کا استحقاق، کہاں کے بنیادی حقوق؟ ایک غاصب، غاصبوں کے ''سٹڈ فارم'' بناتا چلا گیا تاکہ ابنوہ در ابنوہ اور غول در غول، غاصبوں کی افزائش نسل ہو سکے۔ وہ طفیلیے جو بنیادی حقوق کی فصل چاٹ گئے۔ وہ غدار جنہوں نے غداری کا نام سیاست رکھا، اور وہ سیاست جس نے ابلیس پیدا کیے، ابلیس! یہ میں نے نہیں، اقبالؒ نے فرمایا تھا.....

ترکی حریف ہے یا رب سیاست افرنگ
مگر ہیں اس کے پجاری فقط امیر و رئیس
بنایا ایک ہی ابلیس آگ سے تو نے
بنائے خاک سے اس نے دو صد ہزار ابلیس

دوصدر ہزار نہیں، اس سے بھی کچھ زیادہ۔ مگر..... لوگ نہیں جانتے۔ وہ نسل جو جوان ہو چکی اور وہ نسل جو جوان ہو رہی ہے، اپنے تمام تر زعم با خبری کے باوجود، بخدا نہیں جانتی کہ اس آزادی کے لٹیرے کون تھے، جو دوسو سال کی غلامی سے زار و زبوں ظلمت زارِ ہند میں امکان اور اُمید کے مطلع پر طلوع ہوئی بھی تو شعلۂ مستعجل کی طرح۔ ایک ایسی موج جو دریا سے اٹھی لیکن ساحل سے کبھی نہ ٹکرائی۔ نامرادانِ ساحلِ آزادی کی کس مپرسی، بے چارگی اور جانکنی کا تماشا کرنے والے خداوندانِ سیاست ----- جو پچھلے چون سال میں ہر حکومت کے ساتھ رہے، ہر وزارت کا حصہ رہے، اور ہر سازش میں شریک رہے، جب بنیادی حقوق کے نام پر، معقولیت کے نام پر اور سیاسی تدبّر کے نام پر، کرشمہ سنجیوں اور جلوہ طرازوں کا کمال دکھاتے ہیں تو آدمی محسوس کرتا ہے کہ اس کی آنکھوں میں دھول جھونکی جا رہی ہے۔ پاکستان کس نے بنایا اور کیوں بنایا؟ انہوں نے، جو مفاہمت پسندی اور تملق و چاپلوسی کی انتہاؤں تک پہنچے؟ جنہوں نے جنگِ عالم گیر اول و دوم میں فرنگی فوج کا حصہ بن کر، برادر کشی اور زر پرستی کی انوکھی داستانیں رقم کیں؟ جنہوں نے ڈاکوؤں کے بوٹ پالش کیے، لٹیروں کے کتے نہلائے اور غنڈوں کے گھوڑوں کے خرخرے کیے؟

یہ داستان بہت طویل، بہت دل خراش ہے۔ یہ افراد کی نہیں، طبقات کی آویزش کا قصہ ہے۔ طبقاتی تقسیم ---- جو سورج کی روشنی اور تمازت، زمین کی زرخیزی اور بادلوں اور ہواؤں کے حیات بخش التفات کو بھی چند طبقوں کا استحقاق بتلاتی ہے۔ وہی چند طبقات جو انقلاب کی آہٹ اور تبدیلی کے آثار کے تذکرے پر بڑبڑاتے اور عجیب عجیب آوازیں نکالنے لگتے ہیں۔ جاگیردار، جنہوں نے صنعتیں لگالیں۔ صنعت کار، جنہوں نے جاگیریں بنالیں۔ ساہوکار، جنہوں نے زرداروں کا زر اور تنگ غریباں، سب کچھ لوٹا۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی دامادی کی میرٹ لسٹ پر، سب سے اوپر بیوروکریسی کا استحقاق طے ہو چکا ہے۔ سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا؟

یہ کہنا کہ ہمدردیاں کھو دینا گھاٹے کا سودا ہے، کتنی مہمل بات ہے۔ ''ہمدردی'' کیا بازار کی کوئی جنس ہے؟ درد کا رشتہ بڑا ہے۔ لاریب! بقول فیض صاحب!

بڑا ہے درد کا رشتہ، یہ دل غریب سہی
تمہارے نام پہ آئیں گے غم گسار چلے

لیکن کون سا درد اور کون سے غم گسار؟ بی بی عابدہ فرماتی ہیں...... ''پاکستان کا براہ راست اسرائیل سے کوئی جھگڑا نہیں، ہم صرف فلسطین کی وجہ سے اسرائیل کو تسلیم نہیں کر رہے۔ جب فلسطین نے اسرائیل سے اپنا تنازعہ ختم کر لیا تو پھر ہم کہاں کھڑے ہوں گے؟ یہودی ہم سے نفرت کرتا ہے کہ بلاوجہ پاکستان نے اسرائیل کو تسلیم نہ کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ امریکہ میں عیسائی ہمارے خلاف ہیں کہ پاکستان میں توہین رسالت کا قانون موجود ہے، جس کے تحت ہم ہر سال ایک دو عیسائیوں کو سزا دلواتے ہیں۔ ہمیں فیصلہ کرنا چاہیے کہ ہم کس کس سے جنگ کریں۔ اسلام اور پاکستان کے حوالے سے ہماری لڑائیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آخر کب تک؟'' گویا --- بی بی عابدہ وہی بات پوچھ رہی ہیں کہ آخر کب تک ہم گھاٹے کا سودا کرتے رہیں گے؟ کاش بی بی سے عرض کیا جاسکتا کہ یہودی ہم سے نفرت نہ کرے اور عیسائی ہمارے خلاف نہ ہو، تو وہ یہودی نہیں رہے گا۔ یہ جھگڑا، چون سال پرانا نہیں، چودہ سو سال پرانا ہے۔ وہ ہستی، جس کی نسبت سے بی بی عابدہ کے نام کے ساتھ ''سیدہ'' کا سابقہ جگمگاتا ہے، یہودیوں اور عیسائیوں کی ''ہمدردی'' سب سے پہلے اس ہستی (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کھودی تھی۔ میرے منہ میں خاک، اگر میں کہوں کہ اس ہستی نے گھاٹے کا سودا کیا تھا۔

محمد عمر فاروق

پاکستان مزید تجربات کا متحمل نہیں ہوسکتا

تحریک پاکستان کے دوران ایک نعرہ تسلسل سے لگ رہا تھا اور لوگ اس نعرے کو عملی شکل میں دیکھنے کی خاطر اپنی جان، مال اور آبرو قربان کئے جا رہے تھے کہ زندگی کی ہر متاع لٹا کر بھی اگر یہ نعمت خداوندی ہاتھ آ جاتی ہے تو پھر بھی یہ سودا مہنگا نہیں، برصغیر کی فضاؤں میں گونجنے والا نعرہ یہ تھا کہ "پاکستان کا مطلب کیا، لاالٰہ الا اللہ" آل انڈیا مسلم لیگ نے اسی نعرے کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کی اکثریت کو اپنے جھنڈے تلے اکٹھا کر لیا۔ متحدہ ہندوستان کے مسلمانوں نے لیگی رہنماؤں کے ان دعوؤں پر اپنے گھربار، حتیٰ کہ بہو، بیٹیوں، بہنوں اور ماؤں کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہ کیا۔ لیکن ہوا کیا یہی کہ ان گنت قربانیوں سے پاکستان کا خواب حقیقت میں تو ڈھل گیا۔ لیکن پاکستان پر لاالٰہ الا اللہ کے نظام کی عملداری آج تک قائم نہ ہو سکی۔

کبھی عائلی قوانین اور کبھی اسلامائزیشن کے نام پر اسلام کو بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا گیا۔ اور مسلمانوں کی مملکت میں اسلام اجنبی ہو کر رہ گیا۔ بحیثیت قوم ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے حکمران اپنے مفادات کے پیش نظر پاکستان میں نہ تو حقیقی جمہوریت لا سکے اور نہ ہی اسلام کو اس کی اصل صورت میں نافذ کیا۔ نتیجہ یہ کہ ملک پر ہمیشہ آمروں اور فسطائیوں کی حکمرانی رہی اور کروڑوں عوام کی حقیقی آرزوؤں کو خاک میں ملا کر ان کی بے بسی کا تماشا دیکھا جاتا رہا۔ اور الزام ہمیشہ دینی قوتوں کے سر پر منڈھا جاتا رہا۔ تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے متفقہ طور پر نظام مملکت چلانے کے تیئس (۲۳) اسلامی نکات پیش کر کے اسلام میں طعنہ زنوں کو لگام دی۔ حکمران اگر مخلص ہوتے تو ان نکات کی روشنی میں اسلام کو قوت حاکمہ کے طور پر نافذ کر سکتے تھے لیکن ان کی منافقت اور لادینیت نے انہیں ہمیشہ ایسے کسی بھی عمل سے باز رکھا کہ جس کا نتیجہ نظریہ پاکستان کی بالاتری کی شکل میں سامنے آئے۔ اور یوں نفاذ اسلام کی منزل کو جان بوجھ کر دور کر دیا گیا۔

اب پھر اسلام کے نفاذ کی باتیں کی جا رہی ہیں فرق بس اتنا ہے کہ باتیں پرانی ہیں۔ مگر چہرے نئے ہیں۔ ہمارے محترم وفاقی وزیر مذہبی امور جناب ڈاکٹر محمود احمد غازی کا یہ بیان توجہ طلب ہے کہ "ہم پاکستان کو ایسی تجربہ گاہ بنانا چاہتے ہیں جس میں اسلامی معاشرہ کا عکس پوری طرح نظر آئے" محترم غازی صاحب کا یہ بیان پڑھ کر ہمیں بے اختیار صدر ضیاء الحق مرحوم یاد آ گئے جو بالکل اسی انداز میں پاکستان کو اسلام کی تجربہ گاہ بنانے کے بیانات جاری فرمایا کرتے تھے۔ محترم ڈاکٹر محمود احمد غازی کا یہ بیان ان کی علمی قابلیت اور دین سے قربت کے بالکل الٹ ہے۔ تجربہ کسی چیز کے اچھے یا برے نتائج معلوم کرنے کیلئے کیا جاتا ہے۔ اسلام کا تجربہ تو کامیابی کے ساتھ چودہ سو سال پہلے مدینہ کی ریاست میں کیا جا چکا ہے۔ اب پھر نئے سرے سے تجربہ کے کیا معنی؟ اسلام تجربہ کا نہیں نفاذ کا متقاضی ہے۔ جس کے لئے نیت کا اخلاص پہلی شرط ہے اسلام تو دین فطرت ہے۔ اور سراسر مخلوق کے لئے خالق کا تخلیق کردہ نظام زندہ ہے۔ جو انسانوں کے بنائے ہوئے نظاموں کی کمزوریوں اور خامیوں سے پاک ہے۔ مخلوق کے ساختہ نظام چاہے وہ کمیونزم کی شکل میں ہوں یا سوشلزم کی صورت میں، آمریت کے رنگ میں ہوں یا جمہوریت کے لبادے میں، سینکڑوں تجربات سے گزر کر بھی بالآخر ناکامی سے دوچار ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ لیکن اسلام نے مدینہ کی پہلی اسلامی فلاحی مملکت میں ایسے نظام زندگی کی حیثیت سے اپنی فلاحی مملکت میں ایسے نظام زندگی کی حیثیت سے اپنی کامیابی کا لوہا منوایا کہ آج بھی غیر مسلم اقوام کے لئے اسلام کی ابدی سچائیوں کا اعتراف کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے۔

پڑوسی اسلامی مملکت افغانستان کی ناقابل تردید مثال ہمارے سامنے ہے۔ افغان مسلمان جنہیں عالم کفر اور بعض مسلمان

''دانشور'' اب بھی جاہل، اجڈ، گنوار اور قدامت پرست کہہ کر ان کا مذاق اڑانے سے بھی باز نہیں آتے ان فرزندان اسلام نے دنیا بھر کی مخالفت مول لے کر اسلام کی عملداری قائم کی اور آج افغانستان امن و امان کا گہوارہ اور عدل و انصاف کی مثال بن چکا ہے۔ افغان بوریا نشینوں نے اپنے اوپر اسلام نافذ کر کے دنیا کو باور کرایا کہ اس جدید دور میں بھی اسلامی قوانین اور ضوابط بالکل اسی طرح قابل عمل ہیں جس طرح آج سے چودہ سو سال پہلے تھے۔ یہ اسلامی نظام حیات ہی کی برکات ہیں کہ افغانستان کے بہادر عوام اور ان کے غیرت مند حکمران کسی بھی عالمی قوت کو خاطر میں نہیں لاتے، افغانستان کسی بھی ملک کا مقروض نہیں ہے اور وہ اپنے فیصلے کرنے میں آزاد و خودمختار ہے۔

پاکستان کی تو بنیاد ہی اسلام کے آفاقی قانون کی بالادستی کے اصول پر قائم ہوئی ہے جس سے غفلت و لاپرواہی نے ہی ہمیں انتشار و افتراق کا شکار کر کے غیرملکی قوتوں کا اجیر بنا دیا ہے۔ آزادی حاصل کر کے بھی ہم غلامی کے بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں اور بیرونی آقاؤں کی منشاء پر ملک میں نت نئے تجربات کر کے ملک وقوم کو تنزلی اور ذلت سے دوچار کر رہے ہیں۔ اسلام حریت وآزادی کا نقیب ہے اور اس کی حاکمیت وعملداری ہی ہمیں غیروں کی غلامی سے چھڑا کر آزادی وخودمختاری کی نعمت سے سرفراز کر سکتی ہے۔

(بقیہ از صفحہ ۲۵)

اتفاق نہیں تھا اور اس وقت جنرل محمد ضیاء الحق کا صدر پاکستان اور افواج پاکستان کا سالار اعلیٰ ہونا بھی اتفاق نہیں تھا۔ پاکستان کا ایٹمی طاقت بن جانا بھی اتفاق نہیں ہے۔ لیکن پاکستان کے لئے جب بھی قربانی دے گا مولوی ہی دیگا خواہ وہ داڑھی والا مولوی ہو یا بغیر داڑھی کے۔

یہ بنیاد پرست بھی خوب اصطلاح ہے۔ اسے یورپ نے تراشا ہے اور جعفری صاحب جیسے دانشور صاحبان نے اس کی جگالی شروع کر دی ہے۔ ایک شخص یا تو مسلمان ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔ اگر وہ مسلمان ہے تو لازمی طور پر اسلام کے بنیادی عقائد اس کے ایمان کا حصہ ہوں گے۔ وہ نماز کا پابند ہوگا، زکوٰۃ ادا کرتا ہوگا، سود سے پرہیز کرتا ہوگا اور مکروہات سے دامن بچاتا ہوگا۔ اگر یہ بنیادی عقائد کسی شخص کے ایمان کا حصہ نہیں ہیں تو وہ مسلمان ہی نہیں ہے۔ جعفری صاحب کے نزدیک غیر بنیاد پرست مسلمان شاید وہ ہے جس کا اسلام کے بنیادی عقائد میں سے کسی پر بھی ایمان نہ ہو صرف اس کا نام مسلمانوں جیسا ہو۔ ایسے شخص کو اسلام میں منافق کہتے ہیں۔ جعفری صاحب غالباً ایسے ہی مسلمان چاہتے ہیں۔ ایسے مسلمانوں کے راستے میں مولوی (خواہ داڑھی والا ہو خواہ بغیر داڑھی کے) ہمیشہ ایک بہت بڑی رکاوٹ رہے گا خواہ جعفری صاحب جیسے دانشوروں کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ اگرچہ اس موضوع پر مزید بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن ایسا نہ کرنا کسی کے مفاد میں نہیں۔

حضرت مولانا
محمد علی جالندھری
رحمہ اللہ

تالیف: مولانا محمد سعید الرحمن علوی رحمہ اللہ
مقدمہ: حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم

مجاہد ختم نبوت اور عظیم مبلغ کی داستان حیات
جدوجہد اور خدمات　　قیمت:=/100

بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

نور محمد قریشی ایڈووکیٹ

بنیاد پرستی اور جہاد آزادی

میں یہ سطور روز نامہ ''خبریں'' مورخہ ۱۷ مارچ ۲۰۰۱ء میں شائع شدہ مضمون ''بنیاد پرستی تاریخ کے آئینہ میں'' سے تحریک پا کر لکھ رہا ہوں۔ یہ مضمون ''ڈان'' میں شائع شدہ کسی مضمون کا ترجمہ ہے جسے اے۔ بی۔ ایس جعفری صاحب نے لکھا ہے، موصوف فرماتے ہیں۔

''سب سے پہلے ہمیں اخلاقی جراٗت کر کے اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہیے کہ آزادی کی جدوجہد جو دس مارچ ۱۸۵۷ء سے ۱۴اگست ۱۹۴۷ء کے عرصہ پر محیط تھی۔ اس میں مولویوں اور علمائے دین کا کیا حصہ تھا''؟

موصوف نے بہت عمدہ سوال اٹھایا ہے یہ الگ بات ہے کہ یہ سوال دیر سے اٹھایا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ یہ سوال اٹھانے کی، اس سے قبل کسی نے جراٗت ہی نہ کی ہو۔ واقعی ہمیں بحیثیت قوم کے تاریخی حقائق کو اس طرح دیکھنا چاہیے جس طرح کہ وہ ہیں نہ کہ اس طرح جس طرح ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔

صورت شمشیر ہے دست قضا میں وہ قوم
کرتی ہے جو ہر زمان اپنے عمل کا حساب

(اقبالؒ)

میرے نزدیک ہمارے جہاد آزادی میں صرف علمائے کرام ہی نے حصہ لیا ہے۔ مسٹر صاحبان کا اس میں حصہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہ تاریخی حقیقت ہے کہ پاکستان کے مسلمانوں کی آزادی کے دو ادوار ہیں۔ پہلا دور ۱۸۵۷ء سے شروع ہوتا ہے اور مارچ ۱۹۴۰ء پر ختم ہو جاتا ہے۔ دوسرا دور مارچ ۱۹۴۰ء سے شروع ہوتا ہے اور ۱۴اگست ۱۹۴۷ء پر ختم ہو جاتا ہے۔

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں بھی علمائے کرام نے نمایاں حصہ لیا اور جب اس میں ناکامی ہوئی تو انہیں پھانسی اور حبس دوام کی سزائیں ہوئی اور چند ایک فرار ہو کر دوسرے ممالک میں چلے گئے۔ ہندوستان سے ہجرت کرنے والوں میں نمایاں نام مولانا رحمت اللہ کیرانوی کا ہے۔ ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کی قیادت علمائے کرام ہی کر رہے تھے اور ان کا فرض بھی تھا کیونکہ انگریزوں کی آمد کے ساتھ وہ فلسفہ بھی چلا آ رہا تھا، جس نے انسان کو بندر کی ترقی یافتہ شکل قرار دے دیا تھا اور جس سے متاثر ہو کر مسٹر صاحبان نہ مسلمان رہے نہ مرتد۔ یعنی قلب و نظر سے تو مرتد ہو گئے لیکن علماء مسلمانوں میں شامل رہے وہ فرائض سے تو غافل ہو گئے لیکن مسلمان معاشرے سے اپنے حقوق برابر وصول کرتے رہے۔ جس کی ایک نمائندہ مثال جسٹس محمد منیر تھے۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت کے چیف جسٹس بنے۔ ان کا حال مرحوم الطاف گوہر نے اپنے ایک مضمون میں اس طرح بیان کیا ہے۔

'' مجھے خبر ملی کہ جسٹس منیر بیمار ہیں اور ان کے صحت یاب ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ میں عیادت کیلئے ان کے گھر گیا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چارپائی پر بٹھا لیا باتیں کرتے کرتے انہوں نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا کہ الطاف گوہر! تمہیں معلوم ہے کہ خدا کے وجود کے بارے میں میرے دل میں کئی سوال ہیں۔ موت کے بعد اگر میرا اللہ تعالیٰ سے سامنا ہوا تو میں کیا کروں گا۔؟ میں نے عرض کیا کہ آپ عمر بھر توہین عدالت کے مقدمات سنتے رہے ہیں۔ توہین عدالت کے مقدمہ کی سماعت اس وقت تک شروع نہیں ہوتی جب تک ملزم اپنے جرم کا اعتراف نہ کرے۔ آپ بھی یہی کیجئے خداوند کریم کے سامنے پیش ہوتے ہی اپنے جرم کا اعتراف کر لیجئے اور اپنے آپ کو خالق دو جہاں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیجئے وہ بڑا تواب الرحیم ہے۔ منیر صاحب کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ آپ نے میرا کندھا تھپتھپایا اور آنکھیں بند کر

لیں۔ چند روز بعد آپ وفات پا گئے‘‘۔ ’’گوہر گزشت‘‘ از ’’نوائے وقت‘‘ ۲۹ اگست ۱۹۹۹ء

مسٹر صاحبان کی اکثریت کا یہی حال تھا الا ماشاء اللہ علمائے کرام نے ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز حکومت سے بغاوت کی ایک اور کوشش کی اس کے لئے انہوں نے جگہ کا انتخاب ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کا کیا اور با قاعدہ ہتھیار اٹھا لئے لیکن اس کے لئے امداد پورے ہندوستان کے علماء کی طرف سے کی جا رہی تھی۔ یہ ۶۴۔۱۹۶۳ء کی بات ہے۔ یہ کوشش کچھ اپنوں کی غداری اور کچھ اپنی بے تدبیری سے ناکام ہوگئی اور علماء کرام کو پھانسی اور حبس دوام کی سزائیں ہوئیں۔ ان سزا پانے والوں میں مولانا محمد جعفر تھانیسریؒ بھی شامل تھے۔ سزا سنائے جانے کے بعد ان کے ساتھ کیا ہوا؟ وہ بیان کرتے ہیں۔ ’’۲۲ فروری ۱۸۶۵ء کو ہم جیل لاہور کو روانہ ہوئے۔ جوگیانہ گیروا لباس کالا کمبل اوڑھے ہوئے، بیڑی ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ پیراستہ ہم منزل درمنزل اور کوچ درکوچ لاہور کو چلے جاتے تھے دو ایک گاڑیاں بھی ہمارے ساتھ تھیں۔ بقدر تیس چالیس قیدیوں کے ہم جیل انبالہ سے روانہ ہوئے تھے۔ جب کوئی تھک جاتا تو اس کو گاڑی پر بھی سوار کر لیتے تھے ورنہ سب کے سب پاپیادہ خلخال کو چھن چھناتے چلے جاتے تھے۔ خیر سوا برس کے بعد جو ہم نے باہر کی ہوا کھائی تو طبیعت نہایت خوش تھی اور راستے میں جو چاہتے سو خرید کر کھاتے۔ اور مولوی یحییٰ علی صاحبؒ کی ہر دم مصاحبت میں رہے۔ اس سبب سے ہم کو تو اس سفر میں بھی دن عید اور رات شب برات ہوگئی تھی۔

ہم جو ایک مدت دراز کے بعد جیل کی تنگ تاریک کوٹھریوں سے باہر میدان میں پہنچے تو ہم ہرنوں کی طرح اڑے جاتے تھے جن جن قیدیوں کے پاس کچھ نقد تھا، ان کا جو کچھ جی چاہتا تھا راہ میں خرید کر کھاتے اور خوشی مناتے چلے جاتے تھے۔ لدھیانہ، پھلور، جالندھر، امرتسر ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ اخیر منزل پر لاہور میں شالا مار باغ کے سامنے ہر کسی نے اپنا اپنا من بھر کر جو چاہا سو کھایا۔ کیونکہ جیل میں جا کر تو سوائے معمولی کھانے کے اور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم تھیں۔ قریب تین بجے شام کے ہم لوگ سنٹر جیل لاہور کے دروازہ پر پہنچے اور ہمارے چالان کے کل قیدی ایک قطار کر کے دروازہ جیل پر بٹھلا دیے گئے۔ اول ایک کشمیری ہندو داروغہ آیا تھا اس نے پہلے ہمارے مقدمہ والوں کو بغور تمام دیکھا اور کسی قدر افسوس بھی کیا۔ اس کے بعد ڈاکٹر گرے صاحب سپرنٹنڈنٹ جیل رونق افروز ہوئے۔ انہوں نے سب سے اول ہم لوگوں کا ملاحظہ کیا اور بڑے غصہ سے حکم دیا کہ ایک ایک آڑا ڈنڈا ابھی ان لوگوں کے پاؤں میں ڈال دو۔ چنانچہ بمجرد صدور اس حکم کے لوہار ڈنڈے آہنی لے کر حاضر ہو گئے اور ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان سے ایک ایک آڑا ڈنڈا جو ایک فٹ (۵ گرہ) سے زیادہ لمبا نہ تھا ڈال دیا گیا۔ یہ حکم از راہ تعصب فقط ہم ہی لوگوں کے واسطے تھا اور تمام جیل بھر میں ہم نے کسی اور قیدی کے پاؤں میں یہ ڈنڈا نہیں دیکھا چلنا پھرنا اٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا۔ اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی محال تھا‘‘۔ ماخوذ از ’’کالا پانی‘‘

اپنے سفر کے اگلے مرحلہ کے بارے میں بیان کرتے ہیں۔

’’اخیر اکتوبر ۱۸۶۵ء میں ایک بڑا بھاری چالان قیدیوں کا تیار ہو کر ملتان کو روانہ کرنے کا بندوبست ہوا۔ ایک ایک ہتھکڑی دو دو آدمیوں کے ہاتھوں میں لگائی گئی۔ میرے ساتھی نے مجھ سے یہ رعایت کی کہ میرا بایاں اور اپنا دایاں ہاتھ ہتھکڑی میں ڈلوایا۔ ہمارے مقدمے کے فقط تین آدمی یعنی میں اور مولوی یحییٰ علی صاحبؒ اور میاں عبدالغفار صاحب ملتان کو روانہ ہوئے۔ جس دن ہم لاہور سے روانہ ہوئے ریل کے اسٹیشن تک پاؤں میں بیڑی سر پر بستر جس کو ایک ہاتھ سے تھامے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں ہتھکڑی کی گلگوٹ اس پر سپاہیوں کی مار مار کہ جلدی چلو جلدی چلو، ریل چلی جائے گی۔ خیر بہر صورت ہم ریل تک پہنچے وہاں جا کر ریل کی کوٹھڑیوں میں ہم کو بند کر کے قفل لگا دیا اور لاہور سے ملتان تک راہ میں کہیں نہ کھولا، مثل جانوروں یا مال گاڑیوں میں بھر دیا تھا۔ کوئی آٹھ بجے رات کے بعد ہم ملتان پہنچے وہاں بھی اندھیری رات میں سر پر بستر رکھے ہوئے کشاں کشاں اسٹیشن سے جیل تک پہنچے جہاں بے آب و دانہ مثل جانوروں کے رات کو بند کر دیے گئے۔ دو دن

ہم جیل ملتان میں رہے۔ شہر کدھر بستا ہے؟ بازار کہاں ہے؟ وہ ہم نے آنکھ سے نہیں دیکھا۔ دوروز بعد وہاں سے لے جا کر ایک پتن یا گھاٹ دریائے سندھ پر جو ملتان سے قریب پانچ کوس ہے۔ ہم کو اگنبوٹ پر سوار کرایا۔ سوار کرانے کے بعد ہم سب کو قطار قطار کر کے اس پر بٹھلا دیا اور سوائے بیڑی ہتھکڑی اور ڈنڈے کے جو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی زنجیر آہنی بھی بیڑیوں کے بیچ میں پھنسائی گئی کہ جس سے اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے پاخانہ پیشاب کرتے رہے اس وقت قریباً آدھا آدھا من کے لوہا ہمارے جسم پر تھا۔ باوجود اس قدر کثرت پانی کے کہ دریائے سندھ ہمارے زیر پا تھا ہم پڑے پڑے تیمم سے نماز پڑھتے تھے گو ہم جکڑے ہوئے پڑے تھے مگر جیل سے نکل کر اور دوستوں کی مصاحبت اور آب دریا کی روانی اور آس پاس کے جنگلوں کی سبزی دیکھ کر بہت بشاش تھے۔ اس کیفیت سے پانچ چھ روز بعد ہم کوٹلی پہنچ گئے۔ سکھر بھکر اور ٹھٹھے کا نامی قلعہ بھی ہم کو راہ میں سندھ کے کنارے پر ملا۔ کوٹلی کے سامنے دوسرے کنارہ دریائے سندھ پر حیدرآباد سندھ کی نامی بستی بھی دیکھنے میں آئی۔ کوٹلی سے اسی دن ریل میں سوار ہو کر ہم کراچی پہنچ گئے''۔ ماخوذ از'' کالا پانی''

گیارہ ماہ میں مولانا جعفر تھانیسری صاحبؒ ان کے ساتھی مولانا یحییٰ علی صاحبؒ ایک پر مشقت سفر کے بعد بالآخر جنوری ۱۸۶۶ء میں پورٹ بلیر انڈیمان پہنچ گئے۔ جہاں مولانا احمد اللہ صاحبؒ اور جرم بغاوت میں گرفتار دیگر ساتھی پہلے ہی پہنچ چکے تھے۔ ان باغیوں میں کوئی بھی مسٹر نہیں تھا۔ سب مولوی ہی تھے۔

بیسوی صدی کے شروع میں علمائے کرام نے انگریز سے نجات کے لئے ایک اور کوشش کی۔ یہ تحریک ریشمی رومال تھی۔ یہ تحریک بھی کچھ اپنی بے تدبیری اور کچھ اپنوں کی غداری کی وجہ سے ناکام ہوگئی۔ تمام کارکن گرفتار ہو گئے اور لمبی سزاؤں کے سزاوار ٹھہرے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ اگر چہ فرار ہو کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تھے لیکن شریف مکہ نے انگریزی حکومت کی استدعا پر انہیں گرفتار کروا دیا اور وہ کئی سال جزیرہ مالٹا میں قید رہے۔ مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے بھی ساری جوانی ملک ملک پھرنے میں گزار دی اور بڑھاپے میں واپس آئے۔

بہر حال انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کرنے کی جتنی بھی کوششیں کی گئیں مسلمانوں میں سے وہ تمام کی تمام علمائے کرام کی طرف سے ہی کی گئیں، کسی مسٹر کا اس میں کوئی حصہ نظر نہیں آتا۔ مسٹر صاحبان تو اس دوران میں پوری کوشش کرتے رہے کہ اگر رنگ کے لحاظ سے نہیں تو دیگر ہر لحاظ سے وہ انگریز بن جائیں۔ کیونکہ ان کے خیال میں انگریزوں نے اس لئے ترقی کی تھی کہ وہ بائیں سے دائیں کو لکھتے تھے۔ کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے۔ بائیں ہاتھ سے کھاتے تھے اور استنجا میں پانی کا استعمال نہیں کرتے تھے۔

۱۹۳۹ء میں دوسری جنگ شروع ہوئی تو یہ واضح ہو گیا تھا کہ انگریز اس جنگ میں کامیاب ہوں یا ناکام جنگ کے بعد انہیں ہندوستان سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ اب ہماری آزادی کا دوسرا مرحلہ شروع ہوتا ہے۔ جب یہ بات تقریباً طے ہوگئی کہ جنگ کے بعد ہندوستان آزاد ہو جائیگا تو ہم نے یہ مطالبہ کر دیا کہ انگریز اگر جانا چاہتے ہیں تو ہندوستان تقسیم کر کے جائیں۔ اس مطالبہ کے اندر یہ بات مخفی تھی کہ انگریز اگر مزید سو سال بھی یہاں حکومت کرنا چاہتے ہوں تو کرتے رہیں۔ ظاہر ہے کہ اس مطالبہ سے انگریز کو کیا تکلیف ہوسکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ کرنے والوں نے جیل کا پھاٹک بھی نہیں دیکھا۔ جبکہ مجاہدین آزادی کی آدھی آدھی عمر جیل میں گزر گئی۔ جب مجاہدین آزادی جیلیں کاٹ رہے تھے اور انگریز کی عدالتوں میں اپنا دفاع بھی نہیں کر رہے تھے۔ ہمارے ہیرو انہیں عدالتوں میں اپنی وکالتوں کے جوہر دکھا دکھا کر مال بنا رہے تھے۔ یہ درست ہے کہ انگریز ہندوستان کو متحد حالت میں چھوڑ کر جانا چاہتے تھے کیونکہ تاریخ میں پہلی دفعہ انگریزوں نے ہندوستان کو طورخم سے راس کماری تک اور کوئٹہ سے برما کے بارڈر تک ایک سیاسی وحدت بنا دیا تھا۔ لیکن یہ صرف ایک جذباتی خواہش ہی تھی۔ چنانچہ جب ہندوستان ایک سے دو ملک بن گیا تو انگریزوں کی صحت پر کیا اثر ہوا اور جب دو سے تین ملک بن گیا تو بھی انہوں نے نہیں پوچھا کہ بھیا کیسی ہے اگر ہندوستان تیس حصوں میں بھی تقسیم ہو جاتا تو انگریزوں کی بلا سے۔ یہی وجہ ہے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ کرنے والوں کا تو کبھی لباس بھی

میلا نہیں ہوا تھا۔ آزادی کے لئے کوئی صعوبت اٹھانا تو بہت دور کی بات ہے۔

یہ درست ہے کہ مولانا آزادؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور دیگر علمائے کرام جنہوں نے آزادی کے لئے اپنی آدھی سے زیادہ زندگی جیل میں گزاری تھی۔ تقسیم ہند کے مخالف تھے، لیکن کیوں؟ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ان لوگوں کے مقابلہ میں قائداعظم، لیاقت علی خان، حسین شہید سہروردی، چوہدری خلیق الزمان، نواب افتخار حسین ممدوٹ، ممتاز دولتانہ، ایوب کھوڑو اسلام کا علم بھی زیادہ رکھتے ہوں اور مسلمانوں کے ہمدرد بھی زیادہ ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ یہ سب اکابرین جو عقل سے پیدل بھی نہ تھے اور آزادی کے لئے سختیاں بھی برداشت کر چکے تھے۔ تقسیم ہند کے مخالف تھے؟ میں نے تحریک پاکستان کو دیکھا نہیں، کتابوں میں پڑھا ہے۔ البتہ تقسیم ہند کا مجھے ہوش ہے۔ میں نے ان لوگوں کے نقطۂ نظر سے مسئلہ کو سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تقسیم ہند کی تجویز غالباً ان کو اس لئے اپیل نہ کر سکی کہ:۔

(1) اس تجویز کے اندر یہ بات مضمر تھی کہ اسلام اپنی قوت تاثیر کھو چکا ہے لہٰذا ہندوستان میں مسلمان اب قیامت تک اقلیت میں رہیں گے۔ اس لئے جہاں جہاں اتفاق سے مسلمانوں کی اکثریت ہے۔ ان علاقوں کو انگریزوں سے علیحدہ کروا لیا جائے۔ یہ ایسی بات ہے جو کوئی بھی مسلمان بہ سلامتی ایمان و بقائمی ہوش و حواس تسلیم نہیں کر سکتا۔ اسلام میں آج بھی وہی قوت تاثیر ہے، جو پہلی صدی ہجری میں تھی۔ قصور اگر ہے تو ہم سب کا ہے جو اسلام کی نمائندگی کر رہے ہیں۔

(2) اس تجویز کے اندر یہ بات بھی مضمر تھی کہ مسلمان جب ان علاقوں پر حکومت کرتے رہے جہاں ان کی اکثریت نہیں تھی تو وہ ظلم کرتے رہے۔ اسے بھی کوئی شخص بقائمی ہوش و حواس تسلیم نہیں کر سکتا۔ میرے نزدیک تو انگریز بھی اگر ہندوستان پر حکومت کرتے رہے تو وہ کوئی ظلم نہیں کرتے رہے۔ مسلمانوں میں جب تک جوہر تھا وہ حکومت کرتے رہے لیکن جب انہوں نے حکمرانی کی صفات کھو دیں تو غلام ہو گئے۔ انہوں نے تو غلام ہونا ہی تھا۔ انگریزوں کے نہ ہوتے تو کسی اور کے ہو جاتے۔ احمد شاہ ابدالی نے اگر مرہٹوں کی کمر نہ توڑ دی ہوتی تو مسلمان انگریز سے بھی پہلے ہندو کے غلام ہو جاتے۔ چونکہ قیام پاکستان کے بعد بھی ہم نے اپنے اندر وہ جوہر پیدا نہیں کئے جو آزاد اقوام کا خاصہ ہوتے ہیں تو ہم پھر سے غلام ہو گئے ہیں اور یہ غلامی آئی۔ ایم۔ ایف اور عالمی بنک کی ہے۔ جیسے ہی ان لوگوں کی طرف سے کوئی ہدایت آتی ہے، ہماری پوری حکومت اس کی تعمیل میں لگ جاتی ہے بلکہ ہمارا وزیر خزانہ تو ہوتا ہی ان کا نمائندہ ہے۔

(3) ایک وجہ یہ بھی تھی کہ پاکستان کے لئے جو قیمت ادا کی گئی اس قیمت پر تو اگر پورا برصغیر بھی پاکستان بن رہا ہوتا تو ایک غیرت مند مسلمان کو قبول نہیں ہو سکتا تھا۔ مشرقی پنجاب میں مسلمانوں کو جس طرح ذبح کیا گیا اور مسلمان عورتوں کو جس پیمانے پر بے آبرو کیا گیا۔ تاریخ میں اس سے قبل اس کی کوئی مثال موجود نہیں۔ ہر انصاف پسند شخص سے سوال ہے کہ کیا ہماری قیادت کو اندازہ تھا کہ مشرقی پنجاب میں ہمارے ساتھ یہ ہوگا؟ اگر اندازہ تھا تو اس کا تدارک کرنے کے لئے انہوں نے کیا بندوبست کیا؟ اور اگر اندازہ نہیں تھا تو ان سے زیادہ بے بصیرت کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیا ستم ظریفی ہے کہ تقسیم ہند کا مطالبہ تو ہم نے انگریز سے کیا۔ اس کی مخالفت اگر کوئی کر رہا تھا تو وہ ہندو تھا لیکن بیٹیاں ہماری سکھ اٹھا کر لے گئے۔ سکھ تو حید پرست ہیں، ان کی عبادت گاہ میں بت نہیں ہوتے جس طرح کہ ہندو مندروں میں ہوتے ہیں۔ اس لحاظ سے سکھ مسلمانوں کے زیادہ قریب ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ مرتد قادیانی ظفر اللہ کی پاکستان کے لئے کیا خدمات تھیں کہ اسے پاکستان کا وزیر خارجہ بنا دیا گیا جوگندر ناتھ منڈل کی کیا خدمات تھیں کہ اسے مرکزی کابینہ میں وزیر بنا دیا گیا۔ (یہ شخص وزارت سے استعفیٰ دیئے بغیر ہی ہندوستان چلا گیا تھا اور وہاں کی شہریت اختیار کر لی تھی) اگر چوہدری ظفر اللہ جیسے مرتد کو اور منڈل جیسے مشرک ہندو کو وزیر بنایا جا سکتا تھا تو ماسٹر تارا سنگھ کو کیوں وزیر نہیں بنایا جا سکتا تھا؟ اس طرح ہم اس تباہی سے تو بچ سکتے تھے۔ جس سے ہم مشرقی پنجاب سے دوچار ہوئے۔ برصغیر ۱۹۴۷ء میں تقسیم ہوا اور فلسطین ۱۹۴۸ء میں تقسیم ہوا۔ دونوں جگہ انگریز حکمرانوں کے ہاتھوں تقسیم ہوئی۔ جب فلسطین کی تقسیم اور اسرائیل کے قیام کا اصولی فیصلہ ہو گیا

تو اردگرد کی عرب ریاستوں سے اعلان کر دیا کہ جونہی اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوگا وہ اس پر حملہ دیں گے۔ چنانچہ انگریز انتقال اقتدار میں تاخیر کرنے لگ گئے تاکہ یہودی قیادت مناسب تیاری کر سکے۔ یہودی قیادت کو جب تاخیر کی وجہ معلوم ہوئی تو انہوں نے انگریز حکمرانوں سے کہا کہ آپ اقتدار منتقل کر کے رخصت ہوں اس کے بعد ہم جانیں اور عرب ممالک چنانچہ جوں ہی اسرائیل کے قیام کا اعلان ہوا تمام پڑوسی عرب ممالک نے اسرائیل پر حملہ کر دیا اور اسرائیل نے تمام حملے نہ صرف پسپا کئے بلکہ عرب ممالک کی افواج کی کافی ٹھکائی کی۔ یہ ہوتی ہے پیش بنی اور منصوبہ بندی۔ میرا سوال یہ ہے کہ ہماری قیادت نے کیا تیاری تھی کہ اگر مسلمانوں کو وہ پورا علاقہ نہ ملا جس کا وہ دعویٰ کر رہے تھے تو وہ اس کا تدارک کس طرح کریں گے اگر انگریز پاکستان کی سرحد اٹک کے پل کو بنا دیتے تو کیا ہماری قیادت ہتھیار اٹھا لیتی ؟ یہ تو انگریز کی مہربانی ہے کہ اس نے آدھے سے زیادہ پنجاب پاکستان کو دے دیا ورنہ ہم کیا کر لیتے۔ ابتدائی اعلان کے مطابق فیروز پور ہیڈ ورکس پاکستان میں شامل ہو گیا تو وہ اپنی ریاست کا الحاق پاکستان سے کر دے گا نہرو اسی وقت ماؤنٹ بیٹن کے پاس گیا اور ماؤنٹ بیٹن نے نقشہ پر لکیر کو ٹیڑھا کر کے فیروز پور ہیڈ ورکس کو ہندوستان میں شامل کر دیا تو ہماری قیادت نے اس پر کیا کر لیا۔ اس پورے دور میں ہماری قیادت کا طرز عمل تو یہ نظر آتا ہے کہ دے جا سخیا راہ خدا۔ تیرا اللہ ہی بوٹا لائے گا۔

آزادی حاصل کرنے والی قیادت کا یہ حال نہیں ہوتا۔ انہیں اگر آزادی مذاکرات کی میز پر نہ ملے تو وہ بندوق کے زور سے حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ جو مل گیا اسے صبر شکر کے ساتھ قبول کر لیا۔ بہر حال ہندوستان تقسیم ہو گیا اور پاکستان بن گیا اور ہماری قیادت کا کمال یہ ہے کہ اس پوری جدو جہد میں اس نے اپنے کالر کو بھی میلا نہیں ہونے دیا۔ قربانی تو بہت دور بہت ہی دور کی بات ہے۔

پاکستان بننے کے بعد سے آج تک مسٹر صاحبان ہی اس کے حکمران رہے ہیں، اس ملک کا جو حشر کیا گیا ہے اس پر بات نہ ہی کی جائے تو بہتر ہے۔ انگریز نے جب برصغیر میں ریل بچھانی شروع کی تھی تو ان کی رفتار ایک ہزار میل فی سال تھی۔ پاکستان کے حصے میں جو ریل آئی تھی اس کا جو حال ہم نے کیا ہے وہ سب کو معلوم ہے ہم تو اس کی مناسب دیکھ بھال بھی نہ کر سکے اس میں اضافہ تو کیا کرنا تھا ملک تو بہر حال ریلوے سے زیادہ بڑا ادارہ ہوتا ہے خواہ کتنا ہی چھوٹا ملک کیوں نہ ہو۔ مسٹر صاحبان کے طفیل ہی ہم پر ایک ناکام ریاست کی پھبتی کسی جاتی ہے۔ آج تک کوئی مولوی تو اس ملک کا حکمران نہیں رہا۔ مسٹر صاحبان نے حال یہ کر دیا ہے کہ کشکول گدائی ہاتھ میں ہے۔ سیاسی میدان میں ہم نے اس ملک کو تجربہ گاہ بنا دیا ہے۔ کبھی ہم پارلیمانی نظام لاتے ہیں تو کبھی صدارتی۔ اور کبھی مارشل لا اور پھر پارلیمانی تین تو ہم اس کے دستور بنا چکے ہیں۔ جس بھونڈے طریقے سے ہم نے مشرقی پاکستان کو علیحدہ کیا ہے، اس پر تو ڈوب کے مرجانا چاہیے۔ بے حسی کا عالم یہ ہے کہ ۱۹۷۲ء سے لاکھوں پاکستانی بنگلہ دیش کے کیمپوں میں پڑے ہیں اور ہم انہیں پاکستان نہیں لا رہے۔ ہم انہیں اس بات کی سزا دے رہے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۴۵ء میں پاکستان کو ووٹ کیوں دیا تھا۔ سنگاپور اور ملائشیا میں بھی علیحدگی ہوئی ہے اور کسی کو یہ بھی یاد نہیں کہ وہ کب ایک سے دو ملک بن گئے۔ ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ۔ ۱۹۸۳ء میں مجھے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا وہاں ایک صاحب نے مجھ سے سوال کیا کہ پاکستان میں مارشل لا کیوں نافذ ہے؟ میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ آج بھی یہ سوال موجود ہے کہ پاکستان میں فوج کی حکومت کیوں ہے؟ اب پانی کا قحط سامنے ہے۔ پنجاب کے تین دریاؤں سے ہم اسطرح دستبردار ہو گئے جیسے کوئی باپ کی وراثت سے دستبردار ہو جاتا ہے اگر دستبردار نہ ہوتے تو بھی کیا فرق پڑتا۔ ہم کشمیر سے دستبردار نہیں ہوئے تو کونسا کشمیر ہمیں مل گیا۔

بایں ہمہ میں پاکستان کے بارے میں بہت پر امید ہوں۔ پاکستان مشیت ایزدی کا فیصلہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تاریخ عالم میں اس کا کوئی کردار رکھا ہوا ہے۔ یہ اتفاق کی پیداوار نہیں۔ روس کی افواج قاہرہ جب افغانستان میں داخل ہوئیں تو پاکستان کا اس کے پڑوس میں ہونا

(بقیہ صفحہ ۲۰ پر)

نقل وترتیب: محمد الیاس میراں پوری

نئی قیادت.......... نئی جہالت!

ملک میں آج کل ضلعی حکومتوں اور بنیادی جمہوریتوں کے نئے نظام کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے۔ آئے روز اخبارات میں ریٹرننگ افسروں کے روبرو بلدیاتی امیدواروں کے دلچسپ انٹرویوز کی جھلکیاں شائع ہو رہی ہے۔ ذیل میں ایسی ہی چند جھلکیاں، قارئین کی نذر کی جا رہی ہیں۔ یہ وہ "مستقبل گر" قیادت ہے جو ملکی تاریخ میں پہلی بار، میٹرک پاس کی لازمی شرط پر بھی پوری اتر رہی ہے۔ گویا...... اس قیادت، اس جمہوریت اور اس سیاست کا مستقبل بھی، اس کے ماضی اور حال کی طرح جہالت سے عبارت ہے۔ سچ فرمایا تھا علامہ مرحوم نے.....

ع..... کہ از مغز دو صد خر، فکر انسانے نمی آید!

(دو سو گدھوں کے دماغ مل کر بھی انسانی سوچ پیدا نہیں کر سکتے)

☆ایک امیدوار سے "طیب" کا معنیٰ پوچھا گیا تو وہ اس کا جواب نہ دے سکا۔

☆ایک امیدوار سے پوچھا گیا کہ "ایک باپ کی تین بیٹیاں ہوں اور ایک بیٹا ہو، تو جائیداد کی تقسیم کس طرح کی جائے گی؟ تو اس نے جواب دیا کہ "ہم" آپس میں خود ہی تقسیم کر لیں گے"۔

☆متعدد امیدوار مختلف قسم کی دینی کتابیں، جن میں وظائف درج تھے، پڑھتے ہوئے پائے گئے۔

☆"نماز جنازہ" کے ۴ سجدے ہوتے ہیں۔ ضیاء الحق بادشاہ کا نام ہے"۔

☆ایک امیدوار حضرت اسماعیل علیہ السلام کے والد گرامی کا نام نہ بتا سکا۔

☆انٹرویو میں پوچھا کہ "ہم" کن کن چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں"؟ تو امیدوار نے کہا کہ "ہم" پیروں پر ایمان رکھتے ہیں"۔

☆ایک امیدوار سے نماز جنازہ کی دعا سنی گئی تو اس نے کہا کہ "ہمارے گاؤں میں لوگ فوت ہی نہیں ہوتے، اگر ہوتے ہیں تو ان کا جنازہ کسی دوسری جگہ پڑھایا جاتا ہے"۔

☆ایک امیدوار کلمہ تک نہ سنا سکا۔

(روزنامہ "اوصاف" اسلام آباد ۸ مئی ۲۰۰۱ء)

☆"سورۃ اخلاص نہیں آتی"۔ "ایویں آکھو قل ھو اللہ سنا"۔ "ماشاء اللہ، ان شاء اللہ کا بھائی ہوتا ہے"

(روزنامہ "خبریں" ملتان ۴ مئی ۲۰۰۱ء)

☆"سرور کے معنی نجی سرور، زبور حضرت ابراھیم پر اتری"۔

☆سورۃ فاتحہ سنانے کے مطالبے پر، پریشان امیدوار نے الحمد اللہ والی پہلی سورۃ فر فر سنا دی۔

☆"تیسرا کلمہ یاد کر کے آؤ"......! ایک امیدوار کو ۳ گھنٹے کی مہلت

☆ایک امیدوار سے ریٹرننگ آفیسر نے پوچھا "کالا باغ ڈیم کس صوبہ میں بنانے کی تجویز ہے"۔ تو اس نے جواب دیا "سندھ میں"

☆وضو کر کے آؤ......! نماز سنانے کے مطالبے پر بلدیاتی امیدوار عدالت سے کھسک گیا، کاغذات مسترد

☆''جشن عید میلاد النبی کب منایا جاتا ہے''؟ شب برات کے مہینہ میں: خاتون امیدوار کا جواب

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۳ مئی ۲۰۰۱ء)

☆''ویلا سی، سوچیا الیکشن ای لڑلواں''

☆''نمازِ جنازہ میں کیا پڑھتے ہیں''؟ ''میں تو کچھ نہیں پڑھتا، دوسروں کا مجھے پتہ نہیں ہے۔''

☆''یہ لیبر کیا ہوتی ہے''؟ ''اے وی بندیاں نوں ای کہندے نیں۔''

☆''قیامِ پاکستان کے لئے سب سے زیادہ کام کانگریس نے کیا''

☆ایک امیدوار کو، کوئی بھی سورت سنانے کے لئے کہا گیا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۲ مئی ۲۰۰۱ء)

☆''سفر میں نماز نہیں ہوتی۔''

☆''نمازِ فجر سورج نکلنے کے بعد پڑھی جاتی ہے۔''

☆ایک خاتون امیدوار سے جب اس کے شوہر کا نام پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ ''کاغذات پر لکھا ہے، پڑھ لیں'' تو ریٹرننگ آفیسر نے کہا کہ ''لکھا ہوا تو مجھے بھی نظر آ رہا ہے لیکن آپ خود بتائیں'' تو وہ ساتھ کھڑی عورت سے پوچھنے لگی کہ ''میرے خاوند کا کیا نام ہے''؟

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۴ مئی ۲۰۰۱ء)

☆''مجرا کرنا، کرانا اور طوائفوں پر نوٹ نچھاور کرنا' کسی قانون میں جرم نہیں'' (کاغذات مسترد ہونے پر اپیل میں ناظم کے امیدوار کا موقف)

(روزنامہ ''جنگ'' لاہور ۱۹ مئی ۲۰۰۱ء)

☆''امام بخش پہلوان سب سے بڑے خلیفہ ہیں''۔

☆''اسلام میں ۹ تا ۱۱ شادیاں جائز ہیں''۔

☆''بقراط' اسلامی تہذیب کا ایک عظیم حکیم تھا''۔

☆''یونین کونسل پنجاب، کوٹ مراد صوبہ میں ہے''۔

☆''گورنر پنجاب پرویز مشرف، جنرل محمد صدیق مُلک کے سربراہ ہیں''۔

☆''خانہ کعبہ مدینہ میں ہے، مکہ اور مدینہ پاکستانی شہر ہیں''۔

☆''لیبر سیٹ کا امیدوار اپنی مزدوری کی نوعیت نہ بتا سکا''۔

☆''منہ دھونے سے غسل مکمل ہو جاتا ہے''۔

☆ایک امیدوار سے نماز جنازہ سنانے کیلئے کہا گیا تو اس نے کہا ''نہیں آتی''۔ اس سے پوچھا گیا کہ ''نماز جنازہ کیسے پڑھتے ہو''؟ کہنے لگا ''جنازہ گاہ کی دیواروں پر لکھا ہے، وہاں سے پڑھ لیتا ہوں''۔

☆''علامہ اقبالؒ بہت بڑے مفسر تھے۔ انہوں نے تفسیر 'بانگِ درا'' لکھی''۔

☆ایک امیدوار سے پوچھا گیا کہ ''قومی ترانہ کس نے لکھا''؟ تو اس نے جواب دیا کہ ''جناب والا! میری تعلیم کم ہے، میں نے ترانہ نہیں لکھا''۔

☆ایک امیدوار نے کہا کہ ''قومی ترانہ علامہ اقبالؒ نے لکھا''۔

روزنامہ ''خبریں'' ملتان ۲۷ مئی ۲۰۰۱)

محمد عابد مسعود ڈوگر

رویوں کی بے اعتدالیاں

راولپنڈی کے ایک پرائیویٹ ہسپتال سے اغواء ہونے والے بچے کا معمہ حل ہوگیا اور راولپنڈی آرٹس کونسل کی ریذیڈنٹ ڈائریکٹر مسز ناہید منظور صاحبہ پکڑی گئیں۔ ان پر الزام ہے کہ انہوں نے دو ڈاکٹروں کی ملی بھگت سے بچہ اغواء کرلیا۔ ساری کہانی کے پیچھے ہمارے معاشرے کا وہی جذبۂ فاسقہ کارفرما تھا جو ہم نے ہندوؤں کی ذات پات اور بے ہودہ رسم ورواج پر قائم دھرم سے چرایا ہے۔ ہندومت کے ہمارے معاشرے پر بہت گہرے اثرات ہیں۔ ہمارے تقریباً سبھی معاشرتی رسوم ورواج ہندوسماج کا ہی جدید ایڈیشن ہیں۔ ہم نے ان کی نوک پلک اتنی اچھی طرح سنوار دی ہے کہ اب تو ان رسوم کے اصل ''کرتا'' بھی اسے دیکھ کر حیران رہ جاتے ہیں۔ کہنے کو تو ہم مسلمان ہیں۔ اسلام ہمارا مذہب ہے جو کہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے لیکن سچی بات یہ ہے کہ ہم نے کبھی پورے شعور کے ساتھ اسلام کا مطالعہ کرنے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی۔ اس ضابطہ کو اپنی حیات پر تجربتہً بھی لاگو نہیں کیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے رسوم ورواج کی تکلیف لاحاصل میں اپنے آپ کو گرفتار کر رکھا ہے۔ آئے دن اخبارات میں ہمارے سماج کی تصاویر چھپتی رہتی ہیں کہ ''باغبانپورہ میں چولہا پھٹنے سے نو بیاہتا دلہن آگ میں جھلس کر ہلاک'' ایسے واقعات ایک دو نہیں، سینکڑوں ہیں۔ آج تک ایسی ایک خبر بھی نظر سے نہیں گزری کہ کوئی بیٹی میکے میں چولہا پھٹنے سے ہلاک ہوگئی ہے۔ یا پھر اس باورچی خانے میں جس میں ساس ساری عمر کھانا پکاتی رہی، اس کے درودیوار نے بہو کے جلنے کا کربناک منظر دیکھا، کبھی ساس بھی چولہے کا شکار ہوتی ہو۔ آخر پرائی بیٹیوں ہی کی ''بلی'' ہی کیوں چڑھائی جاتی ہے۔

مسز ناہید منظور نے بچہ اغواء کرنے کا انتہائی شرمناک اور قبیح کام اس لیے کیا کہ وہ بانجھ تھی اور ''وارث'' پیدا نہ ہونے کی وجہ سے اسے اپنے گھر کے اجڑنے کا ڈر تھا یعنی بچہ پیدا کرنے کی صلاحیت سے محروم یہ عورت ایسے عذاب میں مبتلا کی گئی جس کی وہ کسی طور پر بھی مستحق نہ تھی۔ اگر اتنی سی بات ہمارے معاشرے کے سارے شوہر اور سسرالی حضرات سمجھ لیں تو کبھی بھی کوئی بانجھ عورت اپنی کوکھ ہری کرنے کے لئے کسی کا بچہ چرانے کی حماقت نہ کرے۔ شوہر حضرات ایسی بات کا تقاضا کرتے ہیں جو بیوی کے اختیار ہی میں نہیں۔ دراصل ایسی حالت میں بند خدا کی تقسیم پر عدمِ اعتماد کا اظہار کر رہا ہوتا ہے اور جاہل بندہ یہ کیا جانے اس کا یہ احمقانہ رویہ اسے اپنے خالق سے بہت دور کردیتا ہے۔ نہ صرف خالق سے بلکہ اس کی بے پایاں رحمت سے بھی دوری ہو جاتی ہے۔ اور جو اس سخاوت والے رحیم کی رحمت سے دور ہوا، اس سے زیادہ گھاٹے میں کون ہوگا؟

گذشتہ دنوں لاہور میں عالمی پنجابی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں بعض دانشوروں نے ایسی قے کی جس کے تعفن سے ماحول کا حلیہ اب تک بگڑا ہوا ہے۔ مجھے اس بات سے پورا اتفاق ہے کہ پانچ دریاؤں کی اس دھرتی پر پنجابی کو عام ہونا چاہیے اور ہماری آنے والی نسلیں اس کے ساتھ مضبوط تعلق میں جڑی ہوئی ہوں۔ اس ماں بولی کی خدمت بھرپور طریقے سے ہونی چاہیے۔ الغرض، دنیا کی اس فصیح وبلیغ زبان کو اپنی اصلی حالت پر باقی رکھنے کی جو بھی کوشش ہوگی، اسے تحسین کی نگاہ سے ہی دیکھا جائے گا۔ میٹھا پانی بہانے والے دریاؤں کی اس سرزمین کی بولی کی مٹھاس اور چاشنی سے کون واقف نہیں ہے۔ برسوں تک صوفیاء نے خدا کے پیغام کو مخلوق تک پہنچانے کے لئے اسی زبان کا سہارا لیا اور اسے عزت بخشی۔ مولویوں کا اس زبان کے باقی رکھنے میں کردار کسی بھی ادیب یا لکھاری سے کم نہیں ہے۔ ان خاموش محسنوں کو اگر نظرانداز کر دیا جائے تو یہ تاریخی حقائق پر کالک ملنے والی بات ہوگی۔ میں نے ہیر وارث شاہ اور سیف الملوک سبقاً پڑھی ہے۔ حکمت ودانش اور معاشرتی رویوں کی پہچان کا یہ حسین مرقع پنجاب کی اس بولی کے ماتھے کا جھومر ہے۔ ایک پنجابی ہونے کے ناتے میرا بھی یہ ارمان ہے کہ ان ادبی شہہ

پاروں کو عام ہونا چاہیے پنجابی کے عظیم محسنوں پر تحقیق ہونی چاہیے تاکہ علم وفضل کی نئی نئی راہیں کھلیں اور آنے والی نسلیں دانائی کی ان جھیلوں سے جی بھر کے اپنی پیاس بجھا سکیں۔ مگر زبان کے فروغ کے نام پر ملکی سلامتی اور اس کی نظریاتی اساس (اسلام) پر کلہاڑا چلانے کی ہرگز اجازت نہیں دی جاسکتی۔ پاکستان اور اس کے نظریے کی سلامتی سے زیادہ ہمارے نزدیک کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ اس ملک کے قیام کے لئے ہمارے بزرگوں نے جو قربانیاں دیں ان کا ایک فیصد حصہ بھی اس ملک پر اسلام مخالف نظام کے فروغ کے لئے ہرگز نہیں تھا۔ ترقی پسند ادیب حمید اختر صاحب فکر سے عاری اور لپاٹیے کا کردار کیوں ادا کر رہے ہیں؟ خدارا اپنے ذہن سے اکھنڈ بھارت کا کیڑا نکال دیں اس ملک کا قیام اور استحکام ایک بدیہی حقیقت ہے اسے تسلیم کرلیں۔ اپنی ان مغفرت سے تاریخ کا دامن پراگندہ نہ کریں۔ اگر یہ ملک تلاوتوں کے لئے نہیں بنا تھا بلکہ قرآن کو نعوذ باللہ پسِ پشت ڈال کر کی جانے والی ترقیوں کے لئے بنا تھا تو جناب یہ بتانا پسند کریں گے کہ غازیوں، مہاجروں اور حریت پسندوں کے اس قافلے میں اس فکر کے علمبردار کتنے تھے جنہوں نے اپنا گھر بار، زمین جائیداد حتیٰ کہ خونی رشتے چھوڑے اور اسلام کی خاطر بننے والے اس ملک کی طرف چلے آئے۔ جناب ان میں سیکولرازم کے علمبردار کتنے تھے؟ اگر پچاس برسوں کے بعد دوبارہ اس طرف آنا تھا تو ہماری ہزاروں عفیفاؤں نے اپنی عزتوں کی قربانی کس لئے دی؟ تحریکِ پاکستان اگر اسلام کے لئے نہ ہوتی تو یہ تحریک ۱۹۴۷ء سے پہلے کب کی مر کھپ گئی ہوتی۔ اس مملکتِ خداداد کے باسیوں کو خدا وہ دن دکھائے جب یہ لوگ اس شجر سایہ دار کی بہاریں دیکھ سکیں۔ اس کانفرنس کے شعلہ نوا مقرر جناب فخر زمان صاحب کا غصہ تو اب تک قابو میں نہیں آ رہا۔ آج ہی ایک مقامی اخبار میں ان کا بیان چھپا ہے کہ علماء نے پنجابی کانفرنس کی مخالفت کر کے پرقومی مفاد پر ضرب لگائی ہے۔ جناب فخر زمان ایک ادیب ہیں۔ اردو میں لکھتے ہیں مگر پنجابی ان کی پہچان ہے۔ شاید سٹھیا گئے ہیں۔ دنیا جانتی ہے اور پاکستان کا بچہ بچہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ قومی مفاد پر ضربیں لگانے والے کون لوگ ہیں۔ صوبائی تعصب جو دن بہ دن خوفناک حد تک بڑھ رہا ہے، اس کانفرنس نے ملک کی کوئی خدمت کرنے کی بجائے اس تعصب میں ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ مولوی بیچارہ تو روکھی سوکھی کھا کر برسوں سے مسجد کے کونے کھدرے میں پڑا دین کی امانت کو اپنے سینے سے لگائے بیٹھا ہے۔ تشکیل پاکستان کی مخالفت جن لوگوں نے کی وہ تقریباً سب کے سب قبروں میں جا پہنچے۔ آج اس مسئلے کو دوبارہ اٹھا کے، کے کس مفاد کی بات کر رہے ہیں؟ دراصل پنجابی زبان اور ثقافت کے نام پر آپ چندی گڑھ اور امرتسر کے سکھوں کا گلا سڑا تہذیب وحیاء سے عاری کلچر امپورٹ کرنا چاہتے ہیں۔ شاید مولوی ہی اس کے سامنے اب تک سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ قومی مفاد کا تقاضا ہے کہ اس رکاوٹ کو سلامت رہنا چاہیے۔

علمی، تاریخی، سوانحی، دینی کتب

- شورش کامل (شورش کاشمیریؒ) جلد۲ — پروفیسر خواجہ ابوالکلام صدیقی — 150/=
- کاروانِ احرار (تحریک آزادی برصغیر) — جانباز مرزا مرحوم — 850/=
- مسیلمہ کذاب سے دجال قادیان تک — " " " — 100/=

رابطہ بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون 061 [illegible]

ساغر اقبالی

زبان میری ہے بات ان کی

☆ عوامی تحریک روشن خیال جماعت ہے، اس میں اداکار اور ہندو بھی شامل ہیں۔ (طاہر القادری)

ٹائر الپادری! تری رہے ہری بھری
دل ہے ترا کال وکال ٹوپی نے کی ہے رہبری

☆ ''ویلا سی سوچیا، الیکشن ای لڑ لواں'' (ایک امیدوار کا ریٹرننگ آفیسر کو جواب)

یعنی الیکشن میں لڑنے والے فارغ ہوتے ہیں، ہر لحاظ سے فارغ!

☆ شیش محل کلب میں آٹھ نسلوں کے ساتھ کتوں کی شرکت! (ایک خبر)

ظاہر ہے کتوں کی نمائش میں شرکت کرنے والے کتے ہی ہو سکتے ہیں۔

☆ اگر معاشرہ اجازت دے تو مخلوط تعلیم میں کوئی حرج نہیں۔ (سرکاری ترجمان)

''مجھے ڈر ہے کہ ہم دونوں کہیں سمدھی نہ بن جائیں
تری گلنار کالج میں ، میرا گلزار کالج میں''

☆ علماء نے اخلاقی اقدار کو مضبوط کرنے کیلئے اپنا کردار ادا نہیں کیا۔ (فاروق لغاری)

جبکہ سیاست دانوں نے اخلاقی اقدار تباہ کرنے میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا۔

☆ امیدوار کی بدحواسی، اپنے شناختی کارڈ کی بجائے اپنی بیوی کا شناختی کارڈ عدالت کو دکھایا۔ (ایک خبر)

''رانجھا رانجھا کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی''

☆ مذہبی جماعتیں ملک کو بدنام کرنے سے باز آجائیں۔ (معین الدین حیدر)

زمانے نے کئی ایسے وزیروں کو کٹے ہوئے پتنگوں کی طرح، کوٹھوں پہ پڑے ہوئے دیکھا۔

☆ عدالت میں وکلاء ''مومن بے تیغ'' بن کر نہ آیا کریں (ہائیکورٹ پشاور)

جو جھوٹ کو سچ کر دے، وکالت ہے وہ پیشہ
انصاف کی کرسی کا خریدار ہمیشہ

☆ ''مجرا کرنا، کرانا اور طوائفوں پر نوٹ نچھاور کرنا کسی قانون میں جرم نہیں''۔ (کاغذات مسترد ہونے پر امیدوار ناظم کی اپیل)

یہ پاکستان ہے! اور یہ مسلمان ہے!

☆ طالبان اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اسلام میں ملائیت کا تصور نہیں۔ (سردار شیر باز مزاری)

اسلام میں شراب کباب اور رنڈی بازی کا بھی کوئی تصور نہیں۔

☆ پاکستان، طالبان ماڈل اسلام کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ (طاہر القادری)

شیخ چوزا ہے ، فقیہ شہر ہے بد مست سانڈ
بادۂ گلرنگ میں دونوں صبا رفتار ہیں!

اس خدا کی مملکت میں چار رکعت کے امام
ربِ کعبہ کی قسم، اسلام کے غدار ہیں!

☆ مولانا فضل الرحمٰن، امریکہ کا بہت بڑا ایجنٹ ہے۔ دیوبند کانفرنس کے لئے آئی ایس آئی نے دس کروڑ روپے دیے۔ آئی ایس آئی کے موجودہ چیف عالمِ اسلام کے بہت ہی قابل جرنیل ہیں، موجودہ کور کمانڈروں میں سے کوئی بھی بد دیانت اور آئین دشمن نہیں۔ ۷۳ء کا آئین مفتی محمود نے بنایا، انہیں لیبے لیبے حوالے میں نکال کر دیا کرتا تھا۔ (اجمل قادری کا اخباری انٹرویو)

عیاں یہ بات تری ایک ایک کل سے ہے
کہ جو جمال سے اجمل نہیں جمل سے ہے

☆ ترکمانستان کے صدر سپار موت نیاز رؤف کے تیسری ہزاری کا پیغمبر ہونے کا دعویٰ تیار۔ نئے مذہب کا ضابطہ اخلاق، صدر کی کتاب ''رخ نامے'' ہوگی۔ (اخباری خبر)

مسیلمہ کذاب، قادیانی کذاب اور یوسف کذاب کے خاندان میں ایک نئے کذاب کا اضافہ

کیا دور ہے کہ ختمِ نبوت کے راہزن
بیٹھے ہیں چھپ چھپا کے سیاسی نقاب میں

علمی، تاریخی، سوانحی، خطبات اور اہم دینی موضوعات پر مشتمل نادر کتب

احکام ومسائل (جمعہ وعیدین، نکاح عقیقہ)	مولانا سید ابو معاویہ ابوذر بخاریؒ	250/=
امیر شریعت نمبر (ماہنامہ نقیب ختم نبوت)	سید محمد کفیل بخاری	300/=
جانشینِ امیر شریعت نمبر (ماہنامہ نقیب ختم نبوت)	" " "	60/=
آزادی کی انقلابی تحریک	محمد عمر فاروق	150/=
حیاتِ امیر شریعت (نیا ایڈیشن)	جانباز مرزاؒ	150/=
پاکستان میں کیا ہوگا؟	سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کے مختلف خطبات سے اقتباس	10/=
مولانا محمد علی جالندھریؒ	مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	100/=
قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ (سوانح وافکار)	مولانا محمد اسمٰعیل شجاع آبادی	150/=

رابطہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961 -061

محمد طاہر عبدالرزاق

نالائق کہیں کا.........!!!

مرزا قادیانی کی تصویر دیکھی۔۔۔۔تو آنکھوں نے احتجاج کیا۔ کردار دیکھا۔۔۔تو تصور میں لوٹا گھوم گیا۔۔۔۔ تحریر پڑھی۔۔۔تو متلی ہونے لگی۔۔۔۔ زبان سنی۔۔۔۔تو بدبو کے بھبھوکے پھیل گئے۔۔۔۔ یادداشت دیکھی۔۔۔تو پاگل خانے کی مخلوق یاد آنے لگی۔۔۔ معاملات دیکھے۔۔۔۔تو بنارسی ٹھگ یاد آ گئے۔۔۔۔ اخلاق دیکھا۔۔۔تو اس کی زندگی کی لغت میں یہ لفظ ہی نہیں تھا۔۔۔

لیکن مجھے مرزا قادیانی کا خط (Hand writing) دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ مجھے اس بات کا شدید تجسس تھا۔۔۔کہ میں مرزا قادیانی کا خط دیکھوں۔ میرا یہ شوق جلد ہی اپنی منزل پر جا پہنچا۔۔۔اور مجھے مرزا قادیانی کے ہاتھ کے لکھے ہوئے خطوط مل گئے جو اس نے اپنے چیلے محمد علی لاہوری کو لکھے تھے۔۔۔۔۔ یہ تمام خطوط ''مجاہد کبیر'' جو محمد علی لاہوری مرتد کی سوانح حیات ہے میں درج ہیں۔۔۔خط کا ہر ہر لفظ الجھن اور ہر ہر سطر مصیبت ہے۔ لفظوں کی ساخت آنکھوں کی ورزش ہے۔۔۔۔تحریر میں ایسے ایسے بیل بوٹے بنے ہیں۔کہ میں کوشش کے باوجود کسی بھی خط کی ایک سطر بھی مکمل طور پر نہ پڑھ سکا۔ طرز تحریر (خط) دیکھ کر یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی کیڑے کو سیاہی میں بھگو کر کاغذ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

آپ اپنی آنکھوں اور دماغ کو تازہ کیجئے۔۔۔۔اور مرزا قادیانی کے خطوط پڑھنے کے لئے تیار ہو جائیے۔۔۔۔ لیجئے مرزا قادیانی کے خطوط آپ کے سامنے پیش ہیں۔

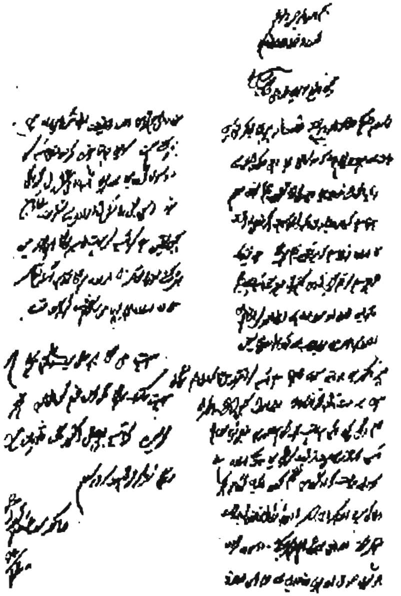

کیوں جناب! کیسا مزہ آیا۔ خطوط پڑھنے کے بعد طبیعت تو ہلکی پھلکی اور تر و تازہ ہو گئی۔ قادیانیو! تم سب اسی طرح لکھا کرو۔۔۔۔ اپنے بچوں کو بھی اسی طرح لکھنے کا حکم دو۔ خط نستعلیق اور خط کوفی کی طرح تم بھی اس خط کو ''خط قادیانیت'' قرار دو۔۔۔۔اور اپنی تمام کتابیں بھی اسی خط میں شائع کرو۔ تاکہ زیادہ سے زیادہ قادیانی پاگل خانے پہنچ سکیں۔ مرزا قادیانی کو بچپن میں مدرسہ میں کان پکڑوا کر جوتے مارے جاتے تھے۔۔۔۔۔۔ اور ساری کلاس قہقہے لگایا کرتی تھی۔۔۔۔۔مرزا قادیانی کے خطوط پڑھنے کے بعد یہ عقدہ بھی حل ہو گیا۔۔۔۔۔ کہ ماسٹر صاحب کان پکڑوا کر جوتے کیوں لگاتے تھے۔۔۔۔۔۔ اور مرزا قادیانی مختاری کے امتحان میں فیل کیوں ہوا تھا؟ خطوط پڑھنے کے بعد یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ مرزا قادیانی کی دیگر نشانیوں کی طرح اس کا خط بھی اس کے جھوٹے ہونے کی دلیل ہے۔

ہت تیرے کی......... نالائق کہیں کا.........!!!

محمد معاویہ رضوان

گورنمنٹ کالج لاہور بے دین پروفیسروں کی زد میں

تعلیمی ادارے کسی بھی قوم کی نسل نو کو بناتے، سنوارتے اور اُجالتے ہیں۔ ان میں نصابی کتب کی تعلیم کے ساتھ ساتھ تعمیر سیرت و کردار کا فریضہ بھی انجام دیا جاتا ہے۔ وطن عزیز میں ان اداروں کی ذمہ داری میں ایک اور اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ تعلیم و تعلم اور اخلاقیات کو اس مملکت کے نظریہ اساسی کے مطابق ڈھالا جائے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک نوجوان جب ان تعلیمی اداروں سے فراغت کے بعد معاشرتی زندگی میں قدم رکھے تو وہ اپنے اہل خانہ اور اس سے بڑھ کر اہل وطن کے لئے کسی قسم کی خجالت کا سبب نہ بنے وہ نہ صرف مفید شہری ہو بلکہ اکل کھرا مسلمان اور سچا پاکستانی بھی ہو۔ شومئ قسمت سے بعض اوقات علم و آگہی کے ان چشموں کا بہاؤ، کسی نہ کسی بحران کا شکار بھی ہو جاتا ہے۔ جیسے پچھلے دنوں پاکستان کی قدیم تعلیمی درسگاہ گورنمنٹ کالج لاہور میں ہوا۔ ان رسوا کن واقعات کی اجمالی تصویر اخبارات کی زینت بنی، لیکن عینی شاہدوں کے مطابق جو کچھ ہو چکا اور ہو رہا ہے، اخبارات میں چھپنے والے حالات ان سے کہیں زیادہ تباہ کن کیفیات پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔ تعجب ہے کہ ایک اسلامی ملک کی حکومت نے تا دم تحریر ملحدانہ نظریات کے حامل منہ زور پروفیسران کے خلاف کوئی تادیبی کارروائی نہیں کی۔ البتہ ان کافرانہ افکار کے حامل پروفیسران کے خلاف آواز حق بلند کرنے والے حق پرست اساتذہ کو قتل کی دھمکیاں دی گئیں اور کالج بدر کر دیا گیا۔ راقم نے گورنمنٹ کالج لاہور کا دورہ کیا۔ مختلف اساتذہ اور بہت سے طلباء و طالبات کے انٹرویو کیے۔ جن کے مطابق بننے والی اصل تصویر ملاحظہ فرمائیے۔

☆ ۱۹۹۷ء میں گورنمنٹ کالج لاہور کے خود مختار ادارہ بنتے ہی ایم اے اکنامکس، ایم اے سیاسیات، بی اے اسلامیات، بی اے انگلش کے نصاب میں مندرجہ ذیل تبدیلیاں کی گئیں۔

☆ اکنامکس اور سیاسیات کے کورس سے اسلامی حصہ حذف کر دیا گیا۔ بی اے کی اسلامیات میں سے حدیث و سنت کو نکال دیا گیا۔ بی اے، بی ایس سی کی انگلش لازمی میں شراب کے استعمال، جانوروں اور انسانوں کے جنسی تجربات، ننگی اور فحش تصاویر اور سور کے گوشت کے فائدے وغیرہ وغیرہ۔ ان کے خلاف اساتذہ اور طلباء نے زبردست احتجاج کیا۔ روزنامہ ''نوائے وقت'' اور ''پاکستان'' نے شدت سے آواز اٹھائی۔ یہ ۹۸۔۱۹۹۷ء کا واقعہ ہے۔ نتیجتاً پروفیسر راؤ جلیل شعبہ انگریزی اور رشید احمد گل ہیڈ آف انگلش ڈیپارٹمنٹ کو فوری طور پر کالج سے ٹرانسفر کر دیا گیا۔ دونوں کا جرم یہ تھا کہ انہوں نے اس فحش نصاب کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ جو ثریا شفیع میر نے مرتب کیا تھا۔ موصوفہ آج بھی کالج میں دندناتی پھرتی ہیں۔

☆ جنوری ۱۹۹۸ء میں تھرڈ ائیر اسلامیات اختیاری کے طلباء نے کلاس روم میں پروفیسر محمد رفیق کی ملحدانہ گفتگو خفیہ طور پر ریکارڈ کی۔ ایک کیسٹ ڈی پی آئی کالجز پنجاب میں دفتر میں ۱۹۹۸۔۱۔۱۶ کو حوالہ نمبر ۵۵۹ کے تحت جمع کروائی۔ اس کیسٹ کو بعد ازاں ڈمپ کر دیا گیا۔

جواب بھی ڈائریکٹر (جنرل) ڈی پی آئی آفس عبدالرحمٰن لدھیانوی کے پاس موجود ہے۔

☆ ۱۹۹۹ء میں پروفیسر حافظ ثناء اللہ کو شعبہ اسلامیات کا سربراہ مقرر کیا گیا۔ انہوں نے نصاب میں تبدیلی کی کوشش کی تو پروفیسر رفیق نے زبردست مزاحمت کی۔ یاد رہے پروفیسر محمد رفیق ریٹائرڈ ہو چکے تھے مگر Contract کے تحت اب بھی وہاں ملازمت کر رہے ہیں۔ انہوں نے بورڈ آف سٹڈیز کے اجلاس میں گھس کر اس قدر گندی زبان استعمال کی کہ پناہ خدا۔

☆ اس واقعہ کے دو ماہ بعد پروفیسر رفیق نے کالج پرنسپل کی پشت پناہی سے پروفیسر ثناء اللہ کو ٹرانسفر کروا دیا اور خان محمد چاولہ کو صدر شعبہ اسلامیات مقرر کر دیا گیا۔

☆ شعبہ اسلامیات کے تمام اراکین نے نصاب تبدیل کروانے کے لئے آواز اٹھائی جو پروفیسر شریف اصلاحی اور پروفیسر شاہد اقبال کے لیے تازیانہ ثابت ہوئی۔ انہیں اس جرم میں کالج سے ٹرانسفر کر دیا گیا۔

☆ خان محمد چاولہ ایم اے اسلامیات نہیں تاہم وہ بی اے بی ایس سی کی اسلامیات پڑھاتے ہیں جو اس تاریخی تعلیمی ادارے کے قوانین کی شدید خلاف ورزی ہے۔

☆ ستمبر ۲۰۰۰ء میں پروفیسر شمس الدین اور پروفیسر نوید حسین کو ڈی اود یگر گورنمنٹ کالج میں تعینات کیا گیا۔ جب پروفیسر رفیق نے خان محمد چاولہ کی معاونت سے نئے اساتذہ کو اپنے لادین نظریات کا قائل کرنے کی کوشش کی تو ہر دو حضرات نے نہ صرف انکار کیا بلکہ اس بے لگام فکری رجحان پر سخت احتجاج کیا۔

☆ فروری ۲۰۰۱ء کو رجسٹرار گورنمنٹ کالج لاہور نے شعبہ علوم اسلامیات کے اساتذہ کو گواہی کے لیے بلایا۔ یہ گواہی اس شکایت پر لی گئی جو طلباء نے گورنر پنجاب اور سیکرٹری ایجوکیشن کو پروفیسر رفیق اور خان محمد چاولہ کے عقائد و نظریات کے بارے میں شعبہ علوم اسلامیات کے چار پروفیسران شمس الدین، سرفراز جعفری، وسیم قریشی اور نوید حسین نے قرآن اٹھا کر حلف دیا کہ پروفیسر رفیق اور چاولہ ایسی ہی باتیں کرتے ہیں۔ رجسٹرار نے یہ بات کہہ کر ختم کر دیا کہ اس بات کو باہر نہ کریں اور بھول جائیں اور پرنسپل کے سامنے جا کر کہا کہ انہوں نے آپس میں صلح کر لی ہے اور لڑائی ختم ہوگئی ہے۔ جب کہ یہ آپس کی لڑائی نہیں بلکہ یہ تو گواہی تھی۔

☆ پروفیسر شمس الدین نے پرنسپل کو چاولہ اور رفیق کے بارے میں ایک طویل خط لکھا۔ مگر پرنسپل نے کوئی نوٹس نہ لیا۔ طلباء نے پروفیسر رفیق اور چاولہ کے ملحدانہ نظریات کے خلاف پمفلٹ تقسیم کیے۔ پرنسپل نے ان کا ذمہ دار پروفیسر شمس الدین اور دیگر پروفیسران کو ٹھہرایا

☆ اسی دوران پروفیسر شمس الدین نے رفیق اور چاولہ کے ملحدانہ نظریات کے خلاف اپنی جنگ جاری رکھی۔ کالج میں حالات کی خرابی اور پروفیسر خان محمد چاولہ کے اسلام دشمن لیکچرز اور کفریہ عقائد کے خلاف ملک بھر کے علماء کرام نے سخت بیانات دیئے، اس پر خفیہ ایجنسیاں بھی متحرک ہوگئیں۔ پرنسپل نے انتظامیہ کو مذکورہ پروفیسران سے ملنے نہ دیا۔ اور اثر ورسوخ سے تحقیقات ختم کروادی گئیں۔

☆ ۲۰۰۱-۴-۱۸ کو سیکورٹی کے انچارج ریٹائرڈ میجر سید نے پروفیسر نوید حسین کو بلا کر ڈرایا، دھمکایا اور دھمکیاں دیں۔

☆ ۱۸-۴-۲۰۰۱ کو ہی پروفیسر وسیم قریشی جو نابینا ہیں کو سیڑھیوں سے دھکا دیا۔ پرنسپل نے نوید حسین اور وسیم قریشی کی کالج سے ٹرانسفر کے لیے سیکرٹری کو کہا۔ اس طرح چار پروفیسران جنہوں نے قرآن اٹھایا تھا، تین کو ٹرانسفر کر دیا گیا۔

☆ جید علماء نے نصاب کو غیر اسلامی قرار دیا۔ اخبارات نے اس بارے میں خبریں اور اداریے لکھے مگر تا دم تحریر کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ انتظامیہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ اور اتنے بڑے ادارے میں غیر اسلامی تعلیمات پروشنام طرازی کے لیے پرنسپل، چاولہ اور رفیق کو کھلی چھٹی دے دی گئی۔

آیئے اس عظیم درسگاہ میں شعبہ اسلامیات کے ہیڈ خان محمد چاولہ کے فاشی، ارتداد و الحاد پر مبنی گستاخانہ نظریات و عقائد اور نصاب پر ایک اچٹتی سے نظر ڈالیں۔

پروفیسر خان محمد چاولہ کے اعتقادات و نظریات:

۱- دورِ حاضر میں مجتہد نبوت کے منصب پر فائز ہے کیونکہ ایک مجتہد نبوت کا فریضہ ادا کرتا ہے۔

۲- جو لوگ عمل صالح کریں اور اللہ پر ایمان نہ لائیں، اللہ انہیں جہنم میں داخل نہیں فرمائے گا۔

۳- متقی اور پرہیز گار شخص پر نماز فرض نہیں، صرف گنہگار اور سیاہ کار شخص نماز ادا کرے۔ کیونکہ قرآن نے کہا ہے۔ (ترجمہ) "بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے۔" جو مریض نہیں وہ دوا کیوں استعمال کرے گا۔ بے حیاء اور بدکار آدمی کو نماز ضرور پڑھنی چاہیے۔

۴- قرآن پاک میں جہاں سور کا گوشت حرام قرار دیا گیا وہاں اس سے مراد خنزیر نہیں، جو گھروں میں پالے جائیں۔ چونکہ وہ گندگی نہیں کھاتے لہٰذا وہ خنزیر کھانا حلال ہے۔ علت نجس ہونے کی ہے۔ جب علت ختم ہوگئی تو سور نجس نہیں رہا، اس کو خود پالا گیا اور گندگی سے بچایا تو عین حلال ہے۔

۵- حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مرتدین زکوٰۃ سے زکوٰۃ وصول کر کے دینی فریضہ ادا نہیں کیا بلکہ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا۔

۶- حضرت عمرؓ نے عیسائی قبیلے بنی تغلب سے ایک موقع پر جزیہ کی بجائے زکوٰۃ وصول کی تھی اور ایسا مصلحت کی بناء پر کیا تاکہ سٹیٹ کو تحفظ حاصل ہو۔

۷- حدیث قرآن کو منسوخ کرتی ہے۔ بندہ خدا کی صفات کا مظہر ہے۔ لہٰذا ایک خدا کا تصور ہے۔ بندہ خالق بھی ہے رازق بھی ہے، رحیم بھی ہے۔ کئی خداؤں کا تصور قرآنی تعلیمات کے برعکس نہیں۔

۸- خلفائے راشدینؓ کے زمانہ میں کفر و مشرکین کو بیت اللہ میں جانے سے نہیں روکا جاتا تھا۔

۹- آج کل کے یہود و انصاری کو قلبی دوست بنایا جا سکتا ہے چونکہ یہ اہل کتاب ہیں۔

۱۰- جب تک ہم قرآن کو نہیں چھوڑیں گے، ترقی نہیں کر سکتے۔ قرآن نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، ہدایت بھی دی ہے مگر زیادہ گمراہ ہوئے ہیں۔

۱۱- فقہاء کا عقل کا خانہ خالی تھا۔ پرائیویٹ سیکٹر کا اجتہاد میں نہیں مانتا۔ صرف حضرت عمرؓ کے اجتہادات کا میں قائل ہوں۔ امام مالکؒ کے اجتہاد کو میں نہیں مانتا۔

۱۲- چاولہ صاحب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے خیر الناس من ینفع الناس اس سے ثابت ہوا کہ جن لوگوں نے انسانیت کے لیے مفید کام کیے وہی اچھے لوگ ہیں یعنی جنہوں نے جہاز بنائے، بجلی بنائی، نئی نئی ایجادات کیں اور انسانیت کو نفع پہنچایا وہی اچھے لوگ ہیں۔ اعمال صالح کے ساتھ ایمان سے مراد صرف ہوش مندی اور بلوغت ہے۔ یہ کیا مضحکہ خیز بات ہے کہ مولوی جو کوئی کام بھی نہیں کرتے جنت میں چلے جائیں اور انسانیت کی خدمت کرنے والے جہنم میں جائیں۔

۱۳- روزہ انسانی قویٰ کو مضمحل کر دیتا ہے جبکہ قرآن انسان کو مضبوط اور طاقتور دیکھنا چاہتا ہے۔ روزہ سے انسان کی کارکردگی متاثر ہوتی ہے۔ طالب علم اگر کمزور ہوگا تو پڑھائی کیسے کرے گا۔

اس تاریخی مرکز علم و آگہی کا موجودہ نصاب ملاحظہ فرمایئے

انسان اللہ کے حکم کا پابند نہیں۔ شیطان انسان کا دوست اور رہنما ہے۔ دنیا آزمائش گاہ نہیں۔ احادیث کو عمومی حیثیت دینا غلط ہے۔ مسلمان کے لیے کلمہ بنیادی شرط نہیں۔ نماز ہر زبان میں پڑھی جا سکتی ہے۔ نبی ﷺ کی باتیں حرف آخر نہیں ہیں۔ حضور ﷺ کو موسیقی پسند تھی۔ نمازوں میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ متقی اور پرہیزگار پر نماز فرض نہیں۔ صفحہ نمبر ۱۰۱، اجتہادی مسائل جعفر شاہ پھلواڑی۔ خطا کار آدم کو بے خطا فرشتوں پر کیوں فضیلت حاصل ہوئی۔ صفحہ نمبر ۱۳ قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ملتی جس سے ثابت ہو کہ اسلام کوئی خاص طرز حکومت قائم کرنا چاہتا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۰۱۔ حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں تو انجیل کو منسوخ کر چکا ہوں۔ قرآن کو مانو اور انجیل سے باز رہو۔ صفحہ نمبر ۵۶۔ یہ باتیں بی اے، بی ایس سی اسلامیات کے نصاب میں شامل ہیں۔

یہ نصاب گورنمنٹ کالج کی چار دیواری میں پڑھایا جاتا ہے۔ اب خود ہی ملاحظہ فرمائیں ایسے نظریات و افکار کا طالب علم کے ذہنوں پر کیا اثر ہوگا۔ پھر سچے مسلمان بننے کی بجائے کیا ہو جائیں گے۔ اس کا جواب کون دے گا؟ گورنمنٹ سے مطالبہ ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور کے پرنسپل اور اسلام دشمن پروفیسران کو فوری طور پر کالج سے نکالا جائے اور گورنمنٹ کالج لاہور کا نصاب تبدیل کیا جائے۔ اس واقعہ کی تحقیقات کے لیے اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے۔

علمی، تاریخی سوانحی اور دینی کتب

تحریک مسجد شہید گنج	جانباز مرزا مرحوم	100/=
خطبات فاروقی شہیدؒ (جلد ۲)	علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید کے خطبات	400/=
آتش ایران	ایرانی سازشوں کی کہانی، اخباروں کی زبانی	80/=

رابطہ: بخاری اکیڈمی دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون 511961 - 061

ڈاکٹر شاہد کاشمیری

ضیغمِ احرار .... شیخ حسام الدین رحمتہ اللہ علیہ

ولادت: یکم جون ۱۸۹۷ء امرتسر　　انتقال: ۲۱/جون ۱۹۶۷ء لاہور

ضیغمِ اسلام شیخ حسام الدین رحمہ اللہ مجلس احرار اسلام کے بانیوں اور حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمہ اللہ کے رفقاء میں صفِ اوّل میں شمار ہوتے تھے۔ تحریکِ خلافت اور مجلس احرار اسلام کے سٹیج سے انہوں نے انگریز سامراج اور اس کے حاشیہ نشینوں کے خلاف آزادی کی جنگ لڑی۔ وہ برصغیر میں تحریک آزادی کے عظیم اور مخلص رہنما تھے۔ ماہ جون ان کی ولادت اور انتقال کا مہینہ ہے۔ اسی مناسبت سے چند مضامین ان کی یاد میں ہدیۂ قارئین ہیں۔ (ادارہ)

قائد احرار شیخ حسام الدین ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے۔ وہ صبر و استقامت کے پیکر لازوال و بے مثال، خوشامد و قصیدہ گوئی سے بے نیاز، حق گوئی و بے باکی کی تصویر، مزاج شروع ہی سے سخت جو بات کہہ دی پھر اس پر ڈٹ گئے مگر معاف کرنے پر آئے تو ان جیسا منکسر المزاج بھی دورِ جدید میں کوئی نہ ملا، وہ نہ صرف مجلس احرار اسلام کے رہنما رہے، بلکہ اس کے بانیوں میں شامل تھے۔ وہ ایک بلند پایہ شعلہ بار مقرر، اعلیٰ شعری ذوق رکھنے والے علم دوست، بہترین انشا پرداز اور مترجم تھے۔ ان کا ملکی و بین الاقوامی سیاسی معاملات پر مطالعہ و مشاہدہ وسیع تھا۔ وہ ایک منجھے ہوئے صحافی بھی تھے۔ اخبار روزنامہ آزاد کے چیف ایڈیٹر اور نگران بھی رہے۔ وہ انگریز دشمن، باضمیر و بااصول رہنما تھے۔ ان کی زندگی کی بیشتر حصہ مجلس احرار اسلام کے اصول و مقاصد اور جدوجہد آزادی کی خاطر بے لوث خدمت کرنے اور دینی و قومی افکار کی اشاعت میں گزرا، وہ صحیح معنوں میں خادم احرار تھے، انہوں نے تقریر و تحریر کے ذریعے وقت کے حاکموں کو للکارا۔ حق گوئی و بے باکی کی ایسی مثال قائم کی کہ جس سے ان کی سوچ اور نظریے کو ایک نئی شان اور حوصلہ ملا، اور قید و بند کی صعوبتوں کی کبھی پروا نہ کی ان کے خطبات، مضامین اور مجلس احرار اسلام کے اہم اجلاسوں میں پیش کی جانے والی قرار دادیں ان کی سیاسی بصیرت اور مربوط سوچ کی غماز ہیں۔ مجلس احرار کے بانی اور بنیادی کارکن ہونے کے ناطے، انہوں نے تاریخ حریت کے ان قافلہ سالاروں میں اپنا نام لکھوایا، جنہوں نے برطانوی سامراجی اقتدار و تسلط کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے اور امت مسلمہ کو آزاد ہندوستان میں خودداری اور سربلندی کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز و کامران دیکھنے کے لیے ایک عوامی اسلامی جماعت کی بنیاد ڈالی۔ وہ چراغ جو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے جلایا تھا اس کی لَو کو مزید تیز اور روشن کرنے میں شیخ حسام الدینؒ کا بڑا ہاتھ ہے۔ انہوں نے احرار کے علم کو زندگی کی آخری سانس تک بلند رکھا۔

شیخ حسام الدینؒ نے جو راہ اپنائی وہ بڑی کٹھن تھی۔ اس میں مقامات آہ و فغاں بھی تھے اور سرفروشانہ جدوجہد کا انوکھا ذائقہ بھی، شیخ صاحبؒ سیاست کے روزِ اوّل ہی سے غلامانہ ذہنیت کے خلاف ایک احتجاج تھے۔ انہوں نے جب عملی سیاست میں قدم رکھا تو لوگ انکی تحریر و تقریر کے گن اور محاسن کو دل سے تسلیم کرنے لگے۔

رولٹ ایکٹ کے خلاف تحریک کی کامیابی کے لیے جو والنٹیئر کور بنائی گئی شیخ صاحبؒ امرتسر کی کور کے انچارج تھے۔ چوک رام گڑھ میں رولٹ ایکٹ کے خلاف احتجاجی جلسہ ہوا۔ جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا بہاء الحق قاسمیؒ، ڈاکٹر سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال اور شیخ حسام الدینؒ نے شرکت کی۔ شیخ صاحبؒ کی غالباً یہ پہلی کسی سیاسی جلسہ میں تقریر تھی، جس پر انہیں خوب داد ملی۔ ڈاکٹر

سیف الدین کچلو اور ڈاکٹر ستیہ پال گرفتار ہو گئے، تحریک کو کامیاب بنانے کے لیے حکمتِ عملی تبدیل کی گئی۔ شیخ حسام الدینؒ نے طلباء اور دوسرے نوجوانوں کو منظم کیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ غیر منظم انداز سے تحریک کو چلایا گیا تو اس کے منفی اثرات سامنے آئیں گے۔ لہٰذا سیاسی جماعتوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی اور ۱۰، اپریل ۱۹۱۹ء کو گول باغ امرتسر میں احتجاجی جلسہ منعقد کیا گیا۔ اس جلسے نے بعد میں جلوس کی شکل اختیار کر لی۔ جس نے ڈپٹی کمشنر کے بنگلے کے باہر احتجاج کیا۔ پھر ''پل پوڑیاں'' کی طرف رخ کیا۔ ابھی وہ راستے ہی میں تھے کہ انگریز فوجی گھوڑ سواروں نے جلوس کو منتشر کرنے کے لیے ان پر لاٹھی چارج کیا۔ لیکن جلوس اس لاٹھی چارج کی پروانہ کرتے ہوئے آگے بڑھتا چلا گیا اس پر انگریز فوجیوں نے گولی چلا دی، جس سے ایک شخص بسا آرائیں شہید اور کئی زخمی ہو گئے۔ جوابی حملے کے طور پر ایک نوجوان شرف الدین عرف شنو نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے دو انگریزوں کی گردنیں دبوچ لیں، یہ دیکھ کر انگریزوں نے شرف الدین پر گولی چلا دی وہ دو انگریزوں کی جان لے کر شہید ہو گیا۔

واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ جاننا مشکل نہیں تھا کہ نوجوان قیادت نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے تاریخ میں اپنا نام لکھوایا یہ جذبہ اور ولولہ انگیز قیادت کا ثمر تھا کہ انگی ایوانوں میں کھلبلی مچ گئی، ان واقعات کے ردعمل کے طور پر برطانوی استعمار کے نمائندے بوکھلا گئے اور انسانیت سوز مظالم پر اتر آئے اور جلیانوالہ باغ کا تاریخی حادثہ رونما ہوا بس جب انگریز کی باغی تنظیموں پر پابندی لگی اور لیڈروں کو نارکیا جانے لگا تو شیخ حسام الدینؒ بھی دھر لیے گئے۔

شیخ صاحبؒ کو گرفتار کر کے ضلع کچہری سپرنٹنڈنٹ پولیس کے دفتر پہنچا دیا گیا، جہاں لوگوں کی ایک بڑی تعداد نے اس گرفتاری کے عمل اور برطانوی استعمار سے بیزاری کا اظہار نعروں کی صورت میں کیا شیخ حسام الدینؒ کے والد بھی بیٹے سے ملنے آئے اور نصیحت کی۔

''اب کہ تم قوم وملک کے نام پر گرفتار کیے جا چکے ہو، تمہارا معاملہ ذاتی نہیں رہا، نیز تمہارے ہر عمل کا اثر قوم پر پڑے گا، اس لیے حوصلہ نہ ہارنا اور شیخ سعدیؒ کے اس قول کو کبھی نہ بھولنا کہ۔

برسر اولادِ آدم ہر چہ آید بگذرد

شیخ حسام الدینؒ کا ۶ رجنوری کو رائے لالہ امرناتھ کی عدالت سے انہیں کریمنل لاء ایمنڈمنٹ کے تحت ڈیڑھ سال قید با مشقت اور دو سو روپے جرمانہ یا چھ ماہ قید مزید کا حکم سنایا گیا۔

سیاسی قیدی عموماً میانوالی جیل بھیجے جاتے تھے۔ اس لیے شیخ صاحبؒ کی بھی خواہش تھی کہ وہ اسی جیل میں اپنی قید کاٹیں، مگر میانوالی جیل میں قیدیوں کی تعداد پوری ہو چکی تھی، اس لیے انہیں ڈسٹرکٹ جیل انبالہ بھیج دیا گیا۔ انبالہ جیل میں ہی شیخ حسام الدینؒ صاحب کی ملاقات چودھری افضل حقؒ سے ہوئی۔ یہاں پر چودھری افضل حقؒ کے علاوہ جھجر کے خیر محمد خان، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا خواجہ محبوب پانی پتی بھی قید تھے۔

شیخ حسام الدینؒ نے اپنی اسیری کا زمانہ انبالہ کے علاوہ لاہور اور دھرمسالہ کی جیلوں میں گزارا، ان جیلوں میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ ان جیلوں کے حوالے سے شیخ صاحبؒ نے جو حقائق لوگوں کو بتائے وہ کسی ''زنداں نامہ'' سے کم نہیں۔ وہ خود رقم طراز ہیں کہ

''مجھے اپنی قید کے چار پانچ ماہ میں اس فرسودہ نظام کی جملہ سختیوں اور سزاؤں کا کافی حد تک تجربہ ہوا، قید تنہائی، ڈنڈا بیڑی کھڑی ہتھکڑی، بان بٹنا اور چکی پیسنا وغیرہ سے لے کر ٹاٹ ودری اور تعزیری خوراک بھی (PENAL DIET) تک جتنی بہیمانہ سزائیں جیل مینوئل میں مرقوم تھیں۔ سب کی سب سیاسی قیدیوں پر آزمائی گئیں، محض اس جرم پر کہ جیل کی وہ خوراک جسے جانور تک منہ لگانے کو تیار نہ تھے

ہم لوگ اسے کیوں نہیں کھاتے؟''

شیخ حسام الدینؒ ایک حساس اور درد مند ذہن رکھنے والے انسان تھے۔ انہوں نے اپنی اسیری کی تکلیفیں اس لیے بیان نہیں کیں کہ وہ اس حوالے سے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے بلکہ ان جیلوں کی حالت عوام کے سامنے لا کر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انگریز ایک طرف تو خود کو مہذب معاشرہ کا اعلیٰ نمائندہ گردانتا تھا دوسری طرف وہ انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے غیر انسانی سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

شیخ حسام الدین ایک حساس اور درد مند ذہن رکھنے والے انسان تھے انہوں نے اپنی اسیری کی تکلیفیں اس لیے بیان نہیں کیں کہ وہ اس حوالے سے لوگوں سے ہمدردی حاصل کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ ان جیلوں کی حالت عوام کے سامنے لا کر ثابت کرنا چاہتے تھے کہ انگریز ایک طرف تو خود کو مہذب معاشرہ کا اعلیٰ نمائندہ گردانتا تھا، دوسری طرف وہ انسانوں پر ظلم کرتے ہوئے غیر انسانی سطح سے بھی گر جاتا تھا۔

شیخ حسام الدینؒ دھرمسالہ جیل سے جب رہا ہوئے تو ملک کی فضا ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے مکدر ہو چکی تھی۔ دوسرے انگریزوں کے اشارے پر قادیانیوں کے نمائندہ سر ظفر اللہ خان نے فلسطین کی تقسیم کی تائید کر دی۔ جوابی طور پر دہلی میں فلسطین کانفرنس منعقد کی گئی۔ جس میں فلسطین کی تقسیم کے مجوزہ منصوبے کو رد کر دیا گیا اور ایسے عناصر کے خلاف شدید احتجاج کیا گیا جو فلسطین کے مسلمانوں کے بنیادی حق کو تسلیم کرنے کے مخالف تھے۔

شیخ حسام الدینؒ نے لدھیانہ میں اس موضوع پر زوردار تقریر کی۔ انگریز اور قادیانیوں کی درگت بنائی، جس پر، ان کے خلاف مقدمہ بنا اور ایک سال کی سزا ہوئی، شیخ صاحب نے یہ سزا لدھیانہ جیل میں ہی کاٹی۔

۱۹۵۲ء میں شیخ صاحبؒ دفعہ ۱۰۷ کے تحت گرفتار کر لیے گئے وجہ یہ تھی کہ ان دنوں وائسرے ہند نے امرتسر کے دورے کا پروگرام بنایا۔ امرتسر کی انجمن اسلامیہ نے وائسرائے بہادر کے پرجوش استقبال کا فیصلہ کیا، جس پر شیخ حسام الدینؒ نے رائے عامہ کو بیدار کرنا شروع کیا کہ ان حالات میں جب کہ حکومت عوام دشمن کارروائیوں میں مصروف ہے۔ ایک سرکاری نمائندے کا والہانہ استقبال کیا معنی رکھتا ہے؟ چنانچہ شہر میں شدید اضطراب پھیل گیا تو سرکاری پٹھو خان صاحب میاں بڈھے شاہ آنریری مجسٹریٹ نے ان کے خلاف رپورٹ کر دی۔ جس پر شیخ صاحبؒ گرفتار ہو گئے۔ شیخ صاحبؒ کی گرفتاری کی وجہ سے شہر کے حالات مزید گھمبیر ہو گئے۔ وائسرائے کو اپنی جان کے لالے پڑ گئے، لہذا وائسرائے کی جان کے تحفظ اور شہر کی امن و امان کی صورت حال کو قابو میں رکھنے کے لیے تقریب منسوخ کر دی گئی۔

برصغیر کی تاریخ میں ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء تک کا دور بڑا اہم ہے۔ ان پانچ سالوں میں حالات نے کئی کروٹیں بدلیں، کئی تحریکوں نے جنم لیا، کئی نئے سیاسی محاذ اور پلیٹ فارم سامنے آئے۔ راج پال ایجی ٹیشن، سائمن کمیشن کا بائیکاٹ، سر محمد شفیع کا علیحدہ مسلم لیگ قائم کرنا، نہرو رپورٹ، لکھنؤ آل پارٹیز مسلم کانفرنس اور ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کی تشکیل اور ۱۹۳۰ء میں ان حریت پسندوں کی لاہور میں عظیم کانفرنس۔

تاریخ میں دلچسپی رکھنے والے جانتے ہیں کہ جب مجلس احرار اسلام وجود میں آئی تو وہ حالات اس جماعت کے لیے موافق نہ تھے۔ رجعت پسند عناصر نے جماعت کو ختم کرنے، اسے پھلنے پھولنے سے روکنے کے لیے مختلف منصوبے بنائے، لیکن تاریخ کے فیصلے بالکل مختلف اور سبق آموز ہوتے ہیں، مجلس احرار اسلام کی تشکیل، مسلمانوں خصوصاً برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک نئے باب کا آغاز ثابت ہوئی اگر یہ کہا جائے تو غلط نہیں ہو گا کہ شیخ حسام الدینؒ طبعاً مجلس احرار کے قیام سے پہلے بھی مجلس احرار کے رکن تھے۔ یہ پختہ نظریاتی وابستگی تھی، جس کی بدولت انہیں ہر مقام پر عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔

مجلس احرار کے بانی کارکنوں نے اس وقت کے حالات واقعات کے مطابق بروقت اور اہم فیصلے کیے۔ اس طرح یہ مسلمانوں کی

ایک علیحدہ فعال تنظیم بن گئی۔ امیر شریعتؒ اور ان کے ساتھیوں نے آزادی وطن کی ہر تحریک کے حوالے سے اپنے ردِعمل کا اظہار کیا اور فرنگی سامراج کے خلاف ہر اٹھنے والی تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔

۱۹۲۹ء میں جماعت قائم ہوئی تو اس کے ساتھ ہی A30 تحریک نمکین ستیہ گرہ شروع ہوئی۔ جس میں دوسری جماعتوں کے علاوہ مجلس احرار کے تقریباً سبھی لیڈر گرفتار کر لیے گئے۔ گرفتار ہونے والوں میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، غازی عبدالرحمٰن ایڈووکیٹ، مولانا ظفر علی خان، ماسٹر تاج الدین اور شیخ حسام الدین شامل تھے۔ مولانا ظفر علی خانؒ کو اڑھائی سال، امیر شریعتؒ اور مولانا حبیب الرحمٰنؒ کو دو دو سال، شیخ حسام الدینؒ اور غازی عبدالرحمٰنؒ کو ڈیڑھ ڈیڑھ سال جبکہ مولانا داؤد غزنویؒ اور ماسٹر تاج الدینؒ کو ایک ایک سال قید با مشقت کی سزا دی گئی۔ شیخ حسام الدینؒ کو گجرات سپیشل جیل بھیج دیا گیا۔ قید و بند کے زمانے میں انہوں نے ایک انگریزی کتاب (THE OTHER SIDE OF THE MEDAL) کا ترجمہ بہ عنوان "جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کا دوسرا رخ" کیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جیل میں بھی فارغ نہ رہتے تھے انہوں نے تقریر پر پابندی کی صورت میں تحریر کا در، وا کر لیا۔

اس سلسلے میں کانگرس، قادیانیوں اور انگریزوں کے بے پناہ دباؤ کے باوجود اور پریس کے جھوٹے پراپیگنڈے کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے ۱۹۳۱ء میں کشمیری عوام پر ڈوگرہ راج کے مظالم کے خلاف احتجاج کیا گیا، ریاست کشمیر میں مسلمان اکثریت کا حق خودارادیت کا نعرہ "کشمیر تحریک" کی صورت اختیار کر گیا۔ کشمیری عوام پر ڈوگرہ حکومت کے مظالم بند کرانے کے سلسلے میں احرار وفد سری نگر پہنچا اور مذاکرات ہوئے لیکن ڈوگرہ حکومت دوہری پالیسی پر کاربند رہی۔ ابھی احرار وفد سری نگر میں ہی تھا کہ ریاستی حکومت نے "سیاسی محکمے" کے اشارے پر کشمیر کمیٹی کے وفد کو بھی وہاں آنے کی اجازت دے دی۔ یہ وفد مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی قیادت میں انگریز کے اشارے پر وہاں آیا تھا تاکہ کشمیری لیڈروں میں پھوٹ ڈال کر انہیں آزادی کے مطالبے سے باز رکھا جاسکے۔

چنانچہ ڈوگرہ حکومت اور مجلس احرار کے درمیان مذاکرات کامیاب نہ ہو پائے۔ احرار کا وفد سری نگر سے واپس سیالکوٹ پہنچ گیا اور پورے پنجاب میں سول نافرمانی کی تیاری کا اعلان کر دیا۔

اس تحریک میں شیخ حسام الدینؒ نے سیالکوٹ میں رہتے ہوئے رضا کاروں کی قیادت کی۔ انھوں نے مدبرانہ انداز میں لوگوں میں حوصلہ اور جذبہ پیدا کیا اور پانچ روز کے اندر تقریباً دس ہزار رضا کاروں کو جیلیں بھرنے پر آمادہ کیا۔ جس سے انتظامیہ کو خاصا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس تحریک میں وہ خود بھی گرفتار ہوئے اور انہیں ایک سال کے لیے جیل بھیج دیا گیا۔

شیخ حسام الدینؒ دنیا میں ہونے والے واقعات سے کسی طور بھی بے خبر نہ رہے بلکہ ان کی سیاسی زندگی اس سے عبارت ہے کہ احرار کے سرگرم کارکن اور ایک ذمے دار لیڈر ہونے کے ناتے، انہوں نے ہر تحریک میں حصہ لیا۔ اور اس کی پاداش میں انہیں قید و بند کی صعوبتیں سہنا پڑیں۔ اس سلسلے میں ۱۹۳۵ء میں کل ہند مجلس احرار کی طرف سے یوم فلسطین منانے پر شیخ صاحبؒ کو ایک سال قید ہوئی۔ دوسری جنگ عظیم میں برطانوی حکومت کی طرف سے ہندوستانیوں کو ان کی مرضی کے خلاف جنگ میں جھونک دیا گیا۔ اس پر مجلس احرار نے اس اعلان کی مخالفت کی، شیخ حسام الدینؒ جو اس وقت مجلس احرار کے دوسرے صدر منتخب کیے گئے تھے، برصغیر کے مختلف حصوں کا دورہ کیا۔ سات اضلاع میں ان کے وارنٹ گرفتاری جاری ہو گئے۔ وہ لائل پور (فیصل آباد) کے دورے سے واپس آ رہے تھے کہ گرفتار کر لیے گئے۔

پاکستان بن گیا تو بھی ملک میں ہر فتنے کی سرکوبی کے لئے مجلس احرار شانہ بہ شانہ آگے بڑھتی رہی، چاہے وہ ۱۹۴۸ء میں پاکستان کے دفاع کی تحریک ہو، یا ۱۹۶۵ء کی۔ شیخ صاحبؒ نے ہر دو جنگوں میں ملک بھر میں دفاع کانفرنسیں کیں اور ملکی سلامتی اور دفاع کے لئے کارکنوں میں جذبہ حب الوطنی بیدار کیا۔ ان کی ان صلاحیتوں کو دیکھ کر ہی اوراِم کے دلوں میں جذبہ حب الوطنی کو مزید جاگزین کرنے کے لئے انہیں

ریڈیو پاکستان پر قوم سے خطاب کی دعوت دی گئی۔ ملک وقوم سے محبت کرنے والے اسلام کے شیدائی، آزادی وطن کے سپاہی، قلم کے سپہ سالار، قول کے کھرے، اپنے مال، جائیداد، اور جان بھی قوم پر وار گئے۔ شیخ صاحبؒ نے جب سیاست میں قدم رکھا تو کروڑوں کی جائیداد کے مالک تھے۔ ۲۱ جون ۱۹۶۷ء کو جنازہ اٹھا تو ہزاروں سر پر تھے۔ انہوں نے ملیں، کوٹھیاں، ہوٹل، کلب، محل اور جائیدادیں نہیں بنائیں بلکہ جو تھا، اسے بھی قوم پر لٹا کر عیش وعشرت کی زندگی چھوڑ کر، کانٹوں کی راہ چن لی۔ اور قوم کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھ کر سب کچھ قوم کو ہی لٹا دیا۔

•••••••••••••••••••••••••••••••••

مضطر گجراتی

آہ! شیخ حسام الدینؒ

مسند نشین مجلسِ احرار اٹھ گیا
اس قافلے کا آخری سالار اٹھ گیا

افرنگ کی سیاستِ خونخوار کے خلاف
ہر دم رہا جو برسرِ پیکار اٹھ گیا

حزن و الم کے سائے افق پر محیط ہیں
تہذیب مشرقی کا علمدار اٹھ گیا

سوز و گدازِ عشق کی آواز تھم گئی
راز و نیازِ حسن کا معیار اٹھ گیا

وہ رہنما جو چھپ گیا اپنے غبار میں
وہ سربراہ جو سرِ بازار اٹھ گیا

جس کی خودی جھکی نہ درِ اقتدار پر
وہ بندۂ غیور وضعدار اٹھ گیا

جس کے جنون و شوق کی وسعت تھی بیکراں
جس کی نظر تھی واقفِ اسرار اٹھ گیا

جرأت کا راگ ٹوٹ گیا جس کی موت سے
گویا خلوص اٹھ گیا، ایثار اٹھ گیا

جس کی گرج سے لرزہ براندام تھے حریف
جس کا لقب تھا ضیغمِ احرار اٹھ گیا

وہ پاسبانِ ختم نبوت خموش ہے
وہ جان نثارِ احمد مختارؐ اٹھ گیا

خمخانۂ حجاز کا ساغر لئے ہوئے
خمخانۂ حجاز کا میخوار اٹھ گیا

اے زندگی ملے گا تجھے اب کہاں سکوں
وہ لٹ گئی بساط، وہ دربار اٹھ گیا

مضطر دیا تھا جس نے ہزاروں کو اعتماد
محسوس کر رہا ہوں وہ غمخوار اٹھ گیا

○

سید محمود آزاد، مظفر آباد (آزاد کشمیر) (آخری قسط)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں انگریز کے مددگار

محمد حیات خان نے زخمی جنرل کی نگہداشت کی اور اس وفاداری کے سبب جنرل نکلسن ہمیشہ انکا ممنونِ احسان رہا اور اسی کی سفارش پر برطانوی حکومت نے محمد حیات خان کو واہ اور اس کے قرب و جوار میں وسیع جاگیر دی۔ دہلی فتح ہونے کے بعد محمد حیات خان پشاور واپس آیا اور یہاں اسے تھانیدار مقرر کیا گیا۔ چند دن بعد اسے یہاں سے تبدیل کر کے تلہ گنگ کا تحصیلدار مقرر کیا گیا، یہاں سے اسے ترقی دے کر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا گیا اس حیثیت میں اس نے پشاور اور بنوں میں برطانوی سرکار کے لئے خدمات انجام دیں اس نے یہاں رہ کر محمد خیل وزیریوں کو مغلوب کرنے کی پوری پوری کوشش کی۔ ۱۸۷۲ء میں اسے اسسٹنٹ کمشنر بنا دیا گیا اور گورنمنٹ ہند نے اس کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے اس کا شکریہ ادا کیا ۱۸۷۸ء میں اسے سی ایس آئی کا خطاب دیا گیا اور اسی دوران اسے کرم فیلڈ فورس کا انچارج بنایا گیا۔

۱۸۹۹ء میں اسے نواب کا خطاب دیا گیا، اس کے بیٹے محمد اسلم حیات اور چچیرے بھائی سعد اللہ خان کی بھی برطانوی سرکار نے پوری پوری عزت افزائی کی اور انہیں اعلیٰ عہدے دیئے گئے۔ محمد حیات خان کے سوتیلے بھائی بہادر خان کو بھی برطانوی سرکار نے اپنی نوازشیوں سے نوازا اور اسے ایک خلعت کے ساتھ راولپنڈی میں انسپکٹر پولیس مقرر کیا۔

سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب میں کوٹ فتح خان کے گھیبوں کا بھی خصوصیت سے ذکر کر کے برطانوی حکومت کے لئے ان کی خدمات کو سراہا ہے۔ کوٹ فتح خان میں اس خاندان کا بانی گماں خان تھا۔ جس کی اولاد نے آگے ترقی کی اور اس علاقہ میں اقتدار حاصل کر لیا سکھوں کے زمانے میں اس خاندان کے بڑے حریف پنڈی گھیب کے ملک تھے۔ اس زمانے میں اس علاقہ کا موثر زمیندار محمد خان تھا، اس کے بعد اس کا بیٹا فتح خان جانشین ہوا، جس نے اپنے باپ کے قاتلوں کو ختم کر کے اپنا راستہ صاف کیا۔ انگریزوں اور سکھوں کی لڑائی میں اس نے انگریزوں کا ساتھ دیا اور جنرل نکلسن اور ایبٹ نے اسے انعامات عطا کئے۔ ۱۸۵۷ء میں فتح خان برطانوی سرکار کا خیر خواہ رہا۔ اس زمانے میں یہ علاقہ راولپنڈی کے ساتھ شامل تھا اور فتح خان یہاں وسیع اراضیات کا مالک تھا۔ اس کے انتقال کے بعد اس کی جگہ اس کا بھتیجا ان اراضیات کا مالک بنا کیوں کہ اس کی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس ضلع میں گوندل خاندان کے بااثر زمینداروں کا ذکر بھی کتاب میں موجود ہے۔ انگریزوں کے معاون رہنے اور ان میں قاضی علی گوندل خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ یہ لوگ نسلاً گکھڑ ہیں اور علاقہ گوندل کی مناسبت سے انہیں گوندل بھی کہا جاتا ہے۔ اس خاندان کا بانی محمد صادق ہے جو ہمایوں کے عہد حکومت میں اس طرف آیا اور علاقہ چھچھ میں اٹک سے چھ میل دور موضع فتو چک میں رہائش اختیار کی۔ اس کی چوتھی پشت سے یہاں ایک شخص محمد صادق قاضی مقرر ہوا اور اس کے سبب اس خاندان کا لقب قاضی مشہور ہوا۔ ۱۸۵۷ء میں اس خاندان سے قاضی فضل احمد نے برطانوی سرکار کے لئے بھرپور خدمات انجام دیں۔ یہ قلعہ اٹک میں برطانوی فوج کو رسد پہنچاتا رہا، اس کی اولاد پر بھی انگریزوں نے خاص نوازشات کیں اور قاضی علی قدر اسی شاخ سے تھا جو اس علاقہ کا رئیس تسلیم کیا جاتا تھا۔

ضلع میانوالی

میانوالی کے روسائ میں خصوصیت سے خان بہادر نواب محمد عبدالکریم خان رئیس عیسیٰ خیل کے خاندانی حالات پوری تفصیل سے بیان کئے گئے ہیں۔ احمد شاہ ابدالی کے عہد حکومت ۱۷۴۷ء تا ۱۷۷۳ء میں اس علاقہ کا بااثر رئیس ایک شخص دلیل خان نامی تھا۔ سابقہ خدمات کے پیش نظر احمد شاہ ابدالی نے اسے اس علاقہ میں چار پٹہ جات عطا کئے اور علاقہ بنوں اور مروات کا محاصل وصول کرنا اس کے ذمہ قرار پایا، اسکی

رحلت کے بعد اسکا بیٹا خان زمان اس خدمت پر متعین رہا اس کے بعد اس کا بیٹا عمر خان اس نواح میں مقتدر رہا۔ اس وقت ڈیرہ کے علاقہ کی ریاست ایک نواب کے پاس تھی۔ ۱۸۲۵ء میں عمر خان کی جگہ اس کا بیٹا احمد خان رئیس مقرر ہوا۔ اس کے زمانہ میں عیسیٰ خیل کے تمام علاقہ پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قبضہ کرلیا اور سکھوں نے احمد خان کی سرداری بحال رکھی لیکن سکھوں نے اس کے گزارہ کے لئے جو جاگیر رکھی وہ اس کے خاندان کے لئے ناکافی تھی۔ جب احمد خان نے اس پر اعتراض کیا تو اس علاقہ کے سکھ گورنر نے اسے باغی قرار دے دیا اور اس طرح ایک طویل مدت تک اسے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔

اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی محمد خان علاقہ کا رئیس قرار پایا لیکن دیوان لکھی مل سکھ گورنر نے اس کے پاؤں بھی نہ لگنے دیئے۔ جب پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہوا تو صوبہ کے لئے گورنر وان کوٹ لینڈ نے محمد خان کی ریاست بحال کردی اور سکھوں کے ساتھ دوسری لڑائی میں محمد خان نے دل کھول کر انگریزوں کا ساتھ دیا۔

محمد خان کا انتقال ۱۸۵۵ء میں ہوا۔ اس نے اپنی رحلت سے تھوڑا عرصہ پہلے اپنی ریاست اپنے سات بیٹوں کے نام کردی تھی۔ ۱۸۵۷ء میں جب آزادی کی جنگ شروع ہوئی تو ان ساتوں بھائیوں نے اپنے اپنے طور پر برطانوی سرکار کی مدد کی اور ہر معرکہ میں برطانوی سرکار کے مفاد کے لئے سینہ سپر رہے۔

۱۸۵۷ء میں جب جنگ شروع ہوئی تو محمد ایاز خان خود ایک رسالہ بھرتی کر کے خدمت کے لئے ڈپٹی کمشنر بنوں کے پاس حاضر ہوا اور اسکے حکم کے مطابق خدمت بجالاتا رہا۔ محمد سرفراز خان اور محمد عبداللہ خان بھی اپنے اپنے رسالے بھرتی کر کے برطانوی حکام کے پاس حاضر ہوئے۔ مختلف معرکوں میں عبداللہ خان نے خوب داد شجاعت دی اور بعد میں اسے خان بہادر کا خطاب دیا گیا۔ اسے آرڈر آف برٹش انڈیا کا تمغہ بھی عطا ہوا۔ چھ ہزار روپے کی جاگیر ملی اور بعد میں بڑے بڑے سرکاری عہدوں پر فائز رہا، بعد میں برطانوی سرکار نے اس کے بیٹوں پر بھی عنایات کیں۔

اسی طرح خان بہادر عبداللہ خان کے دوسرے بھائیوں نے بھی جنگ کے دوران اپنے اپنے محاذوں پر انگریز کی طرف سے مجاہدین آزادی کے ساتھ جنگ لڑکر جاگیریں خطابات، تمغہ جات اور انعامات حاصل کئے۔ جنکی طویل تفصیل مصنف نے اپنی کتاب میں درج کی ہے۔ ان تفاصیل پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس ضلع میں برطانوی سرکار کے لئے اس خاندان کی خدمات نہایت اہم ہیں۔ ملک عطا محمد خان رئیس کالاباغ کے خاندانی حالات بھی خاص طور پر درج کئے گئے ہیں۔ کالاباغ پنجاب کے اعوانوں کا قدیم مرکز ہے۔ سب سے پہلا اعوان جو یہاں آکر آباد ہوا، یہ نمک کی کانوں پر قابض ہو کر یہاں کا متمول رئیس بن گیا۔ اس کا نام بندعلی یا بندہ علی بتایا گیا ہے۔ اس کی وفات کے بعد سکھوں کے دور میں اس خاندان کے افراد پر زوال آیا۔ انہوں نے اپنے وجود کو برقرار رکھا، اس وقت یہاں کا رئیس ملک اللہ یار تھا۔

جب سکھوں پر انگریزوں نے فتح حاصل کی تو یہاں کے اعوانوں نے دوران جنگ انگریزوں کا ساتھ دیا۔ ملک اللہ یار خان کی شاخ سے ملک مظفر خان تھا، جب ۱۸۵۷ء میں مجاہدین نے اعلان آزادی کر کے انگریز کے خلاف جہاد شروع کیا تو ملک مظفر خان ابتدا میں ملک فتح خان ٹوانہ کے رسالہ میں شامل ہو کر انگریز کیلئے جنگی خدمات انجام دیتا رہا۔ پہلے ایک جھڑپ میں جب ملک فتح خان مارا گیا تو ملک مظفر خان سکھوں کے ساتھوں قید بھی ہوا اور گجرات سے فدیہ دے کر رہا ہوا تھا۔ سرلیپل گریفن نے لکھا ہے کہ ایامِ غدر میں تمام ملک عملی طور پر وفادار ثابت ہوئے۔ ملک مظفر خان اور اس کے بیٹے یار محمد خان نے تقریباً سو سوار بھرتی کئے اور ایڈورڈ صاحب کی خدمت میں بجا آوری خدمات کے لئے حاضر ہوئے اور شہر کے ایک دروازہ پر انہیں متعین کیا گیا۔ ان خدمات کے صلہ میں مظفر خان کو خان بہادر کا خطاب ملا۔

جب مظفر خان اپنے باپ کی جگہ رئیس مقرر ہوا تو اس نے برطانوی حکام کو ہمیشہ مدد دی اور بالخصوص افغانستان کی لڑائی کے دوران

کرم کے راستے بار برداری کے لئے خچریں اور اونٹ مہیا کئے۔ ملک مظفر خان کا بیٹا یار محمد خان بھی ہمیشہ برطانوی حکام کی خدمت کے لئے مستعد رہا۔ جب برطانوی فوج نے پشاور میں مجاہدین کے ساتھ جنگ لڑی تو یہ برطانوی فوج میں دفعہ دار تھا۔ اس خدمت کے عوض اس خاندان کو کالا باغ میں اور دیگر مقامات پر وسیع جاگیریں اور انعامات ملے۔ میانوالی کے ضلع میں رسالدار اور مردان علی کے خاندان کا ذکر ملتا ہے جس نے مقدور بھر برطانوی سرکار کی خدمت کر کے صلہ پایا۔

ضلع لائل پور

ضلع لائل پور میں خان بہادر محمد سعادت علی خان کھرل رئیس اعظم کمالیہ کے خاندانی حالات اور برطانوی سرکار کے لئے اس خاندان کی گراں قدر خدمات کا ذکر سرلیپل گریفن نے کئی صفحات پر کیا ہے لیکن بحیثیت مجموعی کھرلوں کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا اور شائد اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس خاندان کے ایک بہادر اور باضمیر سردار احمد خان کھرل نے اپنی برادری کے بہت سے لوگوں کو ساتھ ملا کر انگریزوں کے خلاف اعلانِ جہاد کیا تھا، جس کا ذکر مصنف نے خود بھی کیا ہے۔

جن لوگوں نے احمد یار خان کھرل جیسے غیرت مند اور باضمیر انسان کی مخبری کی تھی۔ انہیں برطانوی سرکار کا وفادار اور نمک حلال لکھا ہے۔ لکھتا ہے کہ ''ستمبر ۱۸۵۷ء میں جبکہ قوم کھرل کا بہت سا حصہ احمد خان کی ماتحتی میں باغی ہو گیا تو سرفراز خان سرکار کا وفادار اور نمک حلال رہا اس نے کپتان الفنٹن صاحب کو ان کے مکان پر رات کو آ کر بتایا کہ فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہے۔ ازاں بعد یہ باغیوں کے ارادوں کی خبریں حاصل کرنے کے لئے بہت مفید رہا، جب وہ منتشر ہو گئے تو اس نے لوٹے ہوئے مال کی برآمدگی میں مدد دی۔ ان خدمات کے عوض اس کو خان بہادر کا خطاب پانچ سو روپے انعام اور حسین حیات ۵۲۵ روپے کی جاگیر دی گئی۔

اس کے بعد اس کے بیٹے امیر علی کو وہ ساری مراعات حاصل رہیں۔ اس خاندان کے رئیس محمد سعادت علی خان کو جدی خدمات کے عوض خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ اسے چھ دیہات کے مالکانہ حقوق بھی دیئے گئے۔ قصبہ کمالیہ کے بانی کمال دین کے دو پوتے ابراہیم اور علاء الدین تھے۔ ابراہیم کی شاخ سندھ چلی گئی اور علاء الدین کی شاخ کے تمام لوگوں کو برطانوی سرکار سے جاگیریں، خطابات اور اعلیٰ سرکاری عہدے ملے، جن کا الگ الگ ذکر مصنف نے اپنی کتاب میں بڑی تفصیل سے کیا ہے۔

ضلع ملتان

ملتان کی سرزمین پر حضرت شیخ بہاالدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد اور اس آستانہ کے متولیوں کو تقدس کا درجہ حاصل ہے لیکن حیرت ہے کہ موقع شناسی میں یہ خانوادہ بھی دوسروں کی طرح ہی رہا ہے۔ مصنف نے حضرت شیخ بہاء الدین زکریا کے مختصر لکھنے کے بعد اس خانوادہ کی خدمات کا بھی اعتراف کیا ہے۔

وہ لکھتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں مخدوم شاہ محمود نے گورنمنٹ کی بڑی اچھی خدمت انجام دی یعنی یہ صاحب کمشنر بہادر کو ان تمام ضروری واقعات کی خبر دیتا رہا جو اس کو معلوم ہوتے رہتے تھے اور غلام مصطفیٰ خان کے رسالہ کے لئے بیس آدمی، گھوڑے اور کئی آدمی نئی پولیس کے واسطے مہیا کئے۔ اس نے پولیس اور فوج میں اور آدمی دے کر بھی مدد لی اور خود بھی کرنل ہملٹن کے ہمراہ ۲۵ سواروں کا رسالہ لے کر باغیوں، یعنی مجاہدین آزادی کے ساتھ لڑنے گیا اور کچھ کیمپ کی خدمت بھی اپنے ذمہ لی، جو سامان اگلے پڑاؤ پر بھیجا جا رہا تھا، اس کی حفاظت کی ; جنگ کے اس موقع پر مخدوم شاہ محمود کی موجودگی سے باغیوں یعنی مجاہدین پر بڑا اثر پڑا۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہ خود ان کے مذہب کا ایک نہایت مقتدر آدمی اور پیشوا ان کی بغاوت یعنی جہاد، کے خلاف ہے اپنے دل ہار دیئے۔

ملتان میں بغاوت یعنی جہاد، کرنے والی رجمنٹوں سے ہتھیار چھیننے کے موقع پر مخدوم ممدوح نے مع اپنے مریدین کے صاحب کمشنر کا ساتھ دیا اور اس پل پر کی حفاظت کے لئے کمشنر سے ملا، جس سے گزر کر لوگ چھاونیوں کو جاتے تھے۔مخدوم کے مریدوں میں سے کوئی بھی باغیوں کے ساتھ شامل نہیں ہوا اور یوں اس کی کارگزاری اور خیر سگالی مخدوم پاک پٹن کی کارروائی اور خیر خواہی سے بڑھ کر رہی کیونکہ پاک پٹن کے مخدوم کے پیرو بلوة گوگیرہ کے موقع پر بلوائیوں کے آگے آگے تھے۔

ان خدمات کے صلہ میں مخدوم شاہ محمود کو ۳۰۰۰ ہزار روپے نقد انعام ملے۔زیارت کے نقد وظیفہ کا تبادلہ ۱۷۸۰ روپیہ مالیہ کی ایک خصوصی جاگیر کے ساتھ کر دیا گیا اور یہ جاگیر ان کو ۵۵۰ روپیہ مالیت کے ۸ چاہات کے علاوہ تھی، جو مخدوم کو تاحیات عطیہ کے طور پر ملے ۱۸۶۰ء میں حضور وائسرائے کی لاہور تشریف آوری کے موقع پر مخدوم کی ذاتِ خاص کے لئے ایک باغ ۱۵۰ روپے سالانہ آمدن کا عطا ہوا جو بھنگی والا باغ مشہور ہے،اس آستانہ عالیہ کے متولیوں کی انگریز سرکار کے لئے خدمات کا تذکرہ پنجاب چیفس کے مصنف نے بڑے احترام اور وضاحت سے کیا ہے آگے چل کر لکھتا ہے مخدوم محمود شاہ شیخ حسن شاہ کا فرزند تھا اور بی بی رجی صاحبہ دختر شیخ محمد غوث جو شیخ بہاء الدین زکریا قدس سرہ العزیز سے ۱۹ ویں پشت سے تھے،اسے اپنی گود میں لیا تھا۔مخدوم محمود شاہ کا انتقال ۱۸۶۹ء میں ہوا اور اس کی جگہ اس کا خلف الصدق مخدوم بہاول بخش حضرات شاہ رکن عالمؒ اور بہاء الدین زکریاؒ کی درگاہوں کا سجادہ نشین ہوا محمود شاہ مرحوم مخدوم کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمتہ اللہ علیہ کے مزار کے اندر دفنایا گیا ہزار ہا مسلمان مخدوم کے جنازہ میں شامل ہوئے۔مخدوم بہاول بخش کے نام ان کے والد کی جاگیریں اور دیہات و باغات بدستور بحال رہے اور نہر کی آمدن سے بھی ان کا حصہ رکھا گیا۔

دربار لاہور منعقدہ ۱۸۸۰ء کے موقع پر ان کی خدمات بالخصوص افغانستان کی جنگ میں انگریزوں کی مدد کے پیش نظر مخدوم بہاول بخش کو خلعت عطا ہوا کیونکہ جنگ کے دوران مخدوم نے انگریز افسروں کو بار برداری کے لئے گھوڑے، خچریں اور اونٹ بڑی تعداد میں مہیا کئے تھے اور افغانستان میں انگریزوں کی طرف سے خود بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی درخواست کی تھی۔

مخدوم کو ۱۸۸۷ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا گیا اور یہ چند سال تک میونسپل کمیٹی کا ممبر بھی رہا اس حیثیت میں بھی اس نے بہت سی اراضیات حاصل کیں ۱۸۹۶ء میں اس کی وفات کے بعد اس کا بھائی مخدوم شیخ حسن بخش اس جلیل القدر درگاہ کا متولی مقرر ہوا۔

جسے انگریز سرکار نے ۱۸۹۶ء میں آنریری مجسٹریٹ مقرر کیا اور ۱۹۰۵ء میں اسے گراں قدر خدمات کے عوض خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور ساتھ ہی اسے پراونشل درباری بھی بنایا گیا۔۱۹۲۱ء میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ اس کا بیٹا مرید حسین سجادہ نشین بنا جو پہلے کیمبلپور میں رسالدار تھا سجادہ نشین کے بعد اسے بھی پراونشل درباری بنایا گیا اس کے ساتھ ساتھ اسے آنریری مجسٹریٹ اور ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کے عہدے بھی سونپ دیئے گئے اس کے بعد اسے نواب کا خطاب دیا گیا اور ان سب مرحلوں سے گذرنے کے بعد اسے لیجسلیٹو اسمبلی کی ممبری بھی دی گئی۔آگے اس خاندان کے تمام افراد کے اعزازات اور املاک کا ذکر مصنف نے پوری تفصیل سے کیا ہے جس سے اس جلیل القدر درگاہ کے سجادہ نشینوں کی جلالت قدر کا اندازہ ہوتا ہے۔

مصنف نے اس ضلع کے خوگانی خاندان کی خدمات کو بھی سراہا ہے وہ لکھتا ہے کہ خوگانی ملتان کے پٹھان خاندانوں میں سے سب سے زیادہ مشہور ہیں۔یہاں کے موجودہ خوگانیوں کا جد اعلےٰ خداداد خان تھا جو تقریباً تین سو سال پہلے غزنی سے یہاں آیا تھا۔اس خاندان نے اپنی محنت سے یہاں وسیع اراضیات حاصل کیں اور جب انگریزوں کا دور دورا ہوا تو دل و جان سے انکی خدمت بجالا کر اعلےٰ منصب، اعزازات اور جاگیریں حاصل کیں۔

ملتان کی سرزمین پر حضرت یوسف گردیزی رحمتہ اللہ علیہ کو ایک خاص امتیاز حاصل ہے اور اس مقبرہ کا شمار ملتان کی قدیم ترین

عمارات میں ہوتا ہے۔ حضرت شاہ یوسف گردیزی کی بیٹی کی شاخ سے جو لوگ ملتان میں آباد ہیں وہ بھی گردیزی کہلاتے ہیں اور مزار مبارک کی تولیت کا شرف بھی انہی کو حاصل ہے۔ ان کے بیٹے سے جو شاخ چلی اسکی آگے تین شاخیں ہوئیں جو آزاد کشمیر ضلع پونچھ میں آباد ہیں اور کچھ گھرانے گنگو یہ سیداں ضلع راولپنڈی اور کچھ ہزارہ میں آباد ہیں۔

ملتان کی گردیزی شاخ کا ذکر سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب میں کیا ہے اور انگریزوں کے لئے ان کی خدمت کو سراہا ہے۔ مصنف لکھتا ہے کہ اس خاندان کی ایک شاخ موضع کورائی بلوچ تحصیل کبیر والہ میں بھی آباد ہے۔ اس شاخ کا سب سے ممتاز رکن سید مراد شاہ تھا اس نے ریاست بہاولپور میں جج کے عہدہ تک عروج پایا۔ ۱۸۴۸ء میں ملتان کے محاصرہ کے دوران اس نے انگریزوں کی بڑی مدد کی اس لئے بہ الحاق کے بعد جھنگ اور شور کوٹ میں پیش کار مقرر کیا گیا۔ ۱۸۵۰ء میں اس کو تحصیل داری ملی اور اس عہدہ پر اس نے ۱۴ سال خدمات انجام دیں اور بعد میں ترقی پا کر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر ہو گیا۔ ایام غدر میں اچھی خدمت کے صلہ میں اسے ایک سند اور ۲۰۰ روپے نقد انعام ملا ۱۸۶۵ء میں اسے ریاست بہاولپور میں پولیٹیکل ایجنٹ مقرر کیا گیا۔

سر لیپل گریفن نے آگے اس کی اولاد کی ترقی کا حال مفصل لکھا ہے اس کے بعد اس کے بیٹے خان بہادر سید حسن بخش کو بھی برطانوی سرکار نے نوازا۔ ملتان کے گردیزی سادات کی کارگزاریوں، زمینداریوں، عہدوں اور جاگیروں کی تفصیل کافی لمبی ہے۔

خوگیانی پٹھانوں کے ساتھ ساتھ اس ضلع میں انگریز کے ساتھ تعاون کا ذکر بادوزیوں کے بارے میں بھی ہے۔ جس کے ایک گھرانے نے یہاں کافی ترقی کی اس خاندان کا تاریخی پس منظر مصنف نے کافی تفصیل سے لکھا ہے اور بتایا ہے کہ اس خاندان کے بانی کالو کی بارھویں پشت میں صادق محمد خان نے ۱۸۵۷ء تک خاص شہرت حاصل کی۔ اس کے آباؤ اجداد نے اس سرزمین پر تاریخ کے کئی نشیب و فراز اور انقلابات دیکھے ۱۸۴۸ء میں جب ملتان میں جنگ ہوئی تو صادق محمد خان دیوان سول راج کا ساتھ چھوڑ کر ایڈورڈ کے ساتھ ملا اور انگریزوں کی طرف سے سکھوں کے ساتھ جنگ کی۔ انگریزی سرکار نے اس کی حوصلہ افزائی کی۔ جب ۱۸۵۷ء میں جنگ آزادی شروع ہوئی تو صادق محمد خان لاہور میں تھا اس نے برطانوی سرکار کو فوراً اپنی خدمات پیش کیں۔ اس کو سو سوار بھرتی کرنے کا حکم ملا۔ اس کی جگہ ملتان میں اس کے لئے سو سوار حاجی غلام مصطفیٰ نے بھرتی کئے۔ پنجاب کے جنوب کی طرف سے واپس آ کر یہ کرنل ہملٹن کے ساتھ شامل ہوا اور گوگیرہ کے مقام پر مجاہدین آزادی کے ساتھ جنگ کی اور اس کے مختلف مقامات پر مجاہدین کے ساتھ لڑتا رہا۔ جنگ کے خاتمہ پر اسے ملتان میں انکم ٹیکس افسر مقرر کیا گیا ان خدمات کے عوض اس کو جاگیر اور اعزازات ملے، اس خاندان کے دوسرے افراد نے بھی دوران جنگ برطانوی سرکار کے لئے مختلف محاذوں پر انتہائی اہم خدمات انجام دیں۔ جن کا تفصیلی ذکر سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب کی جلد ۲ میں کیا ہے۔

ضلع ملتان میں گیلانیوں کو بھی بڑا بلند مقام حاصل ہے اور ان کی خدمات کو بھی مصنف کتاب نے بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ مصنف نے سب سے پہلے ملتان کے گیلانیوں کا تاریخی پس منظر بیان کیا ہے۔ جو دو تین صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں اس خاندان نے بھی انگریز کا بھرپور ساتھ دے کر اعزازات حاصل کیے ۱۸۴۸ء میں جب انگریزوں نے ملتان فتح کیا تو میجر ایڈورڈ نے سب سے پہلی سند اسی درگاہ کے لئے دی تھی جو انکے بزرگ حضرت موسیٰ شہید کی ہے۔ اس کے بعد اس خاندان سے مخدوم سید نور شاہ نے ۱۸۵۷ء میں خدمات انجام دیں۔ جن کا اعتراف سر جان لارنس نے بھی کیا اور سید نور شاہ کو تین سو روپے کا خلعت عطا کیا اس کے بعد اس خاندان کے تمام افراد ہمیشہ برطانوی سرکار کے خیر خواہ رہے اور سرکار کی طرف سے انہیں ہر دور میں حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔

ضلع ملتان کے ڈاہا راجپوتوں نے بھی برطانوی سرکار کے ساتھ بھرپور تعاون کر کے جاگیریں، انعامات، سندات اور خطابات حاصل کئے۔ عہد مغلیہ سے پہلے جب ملتان پر پٹھان حکمران تھے تو اس زمانے میں ڈاہا راجپوت خاندان سے ایک شخص حسن خان نے یہاں اقتدار حاصل کیا۔

سکھوں کے عہد میں حسن خان کا پوتا زیارت خان یہاں مقتدر رہا اور اسوقت کمالیہ، تلمبہ، لڈن اور پٹی کے کاردار اس کے ماتحت تھے جب ملتان پر انگریزوں نے قبضہ کیا تو اس خاندان کے لوگ دل و جان سے انگریزوں کے وفادار رہے۔

جب جنگ آزادی شروع ہوئی تو زیارت خان کے بیٹے خان شاہ محمد خان نے ۶۲ اور ۶۹ پلٹنوں سے بھاگے ہوئے مجاہدین کو گرفتار کروا کے، انگریزوں کے حوالے کیا اور ہندوستانی رسالہ نمبر ۶ کی بہت بڑی مدد کی۔ اس خدمت کے صلہ میں اسے ایک سند عطا ہوئی اور بعد میں اسے ڈویژنل درباری مقرر کیا گیا اس نے اپنی خدمات کے صلہ میں سر رابرٹ منٹگمری کے ہاتھ سے نقد انعام وصول کیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا کرم خان ذیلدار اور ڈویژنل درباری بنایا گیا۔ جس نے ۱۸۶۸ء کی سرحدی لڑائیوں میں انگریزوں کی مدد کی اس نے دوران جنگ سامان پہنچانے کے لئے گھوڑے، خچر اور اونٹ مہیا کئے اور اس کے ساتھ ساتھ نوجوانوں کو فوج میں بھی بھرتی کرایا۔

سر لیپل گریفن نے کرم خان کے لڑکوں کی خدمت اور انکی ترقیوں کا حال بڑی تفصیل سے لکھا ہے ان لوگوں کو جاگیریں، انعامات اور اعلےٰ سرکاری عہدے دیئے گئے۔

ضلع مظفر گڑھ

ضلع مظفر گڑھ کے بااقتدار لوگوں میں خان بہادر نواب محمد سیف اللہ خان رئیس خان گڑھ کا ذکر سرفہرست ہے اور اس خاندان کا بانی حسین خان تھا اور اس کا تعلق ملتان کی پٹھان شاخ سے تھا۔ جب انگریزوں نے ملتان میں سکھوں سے جنگ کی تو سیف اللہ خان کے باپ اللہ داد خان نے ایڈورڈ کے ساتھ شامل ہو کے اس جنگ میں حصہ لیا۔ ۱۸۵۷ء میں بھی یہ برطانوی سرکار کا خیر خواہ رہا۔ اس نے نمبر ۶۸ بنگال بٹالین کے مجاہدین کو قتل کرنے میں سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور اس کے عوض اس کو خلعت عطا ہوئی۔ اسے اس کے علاقہ خان گڑھ کا آنریری مجسٹریٹ بھی مقرر کیا گیا۔ اس کی وفات کے بعد اس کا بیٹا محمد سیف اللہ اس منصب پر فائز ہوا اور اسے حکومت برطانیہ نے ترقی دے کر ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بنایا، اسے خان بہادر کا خطاب دیا گیا اور اس کی جاگیروں و مراعات میں بھی اضافہ ہوا۔ اس ضلع میں انگریز سرکار کے لئے میاں غلام جیلانی کے خاندان کا ذکر بھی کتاب میں ہے۔

ضلع ڈیرہ اسمٰعیل خان سے نواب بہرام خان مزاری سی آئی ای سردار جمال خان لغاری آنجہانی لطف حسین خان المعروف میاں شاہ نواز رئیس سرائی حاجی پور، سردار مبارک خان کھوسہ، سردار درین خان دریشک ، سردار حلب خان گرجانی سی آئی ای، خان بہادر سردار غلام حسین تمندار سوری لنڈی، سردار فضل علی خان قیصرانی، سردار عیسو خان، خان اللہ بخش سدوزئی، محمد عظیم نتکانی، میاں غلام حیدر میرانی اور میاں حامد تونسہ شریف وغیرہم کے حالات اور ان کی الگ الگ خاندانی تاریخ کتاب میں درج ہے۔

اس حصہ کتاب سے اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کی چنگاریاں اس علاقہ تک نہیں پہنچیں کیونکہ ان سرداروں، زمینداروں اور جاگیرداروں کے ہاتھ مجاہدین آزادی کے خون سے رنگے ہوئے دکھائی نہیں دیتے۔ ابتدائی دور میں اس علاقہ کے سردار زمینوں کے لئے آپس میں لڑتے رہے، جب سکھوں نے اس علاقہ پر قبضہ کیا تو بعض سکھوں سے لڑتے رہے اور سکھوں کو خوش کر کے اپنی املاک بڑھاتے رہے۔ جب پنجاب سے سکھوں کا خاتمہ ہوا اور برطانوی سرکار کی عملداری ہوئی تو برطانوی سرکار نے ہر سردار کو اسکے رتبہ کے مطابق خوش کر کے اپنے ساتھ ملا لیا لیکن ان کی آپس کی چپقلش بدستور جاری رہی۔

O

حامد سراج

دہاڑی

خزاں اور بہار کی درمیانی رت تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا سے خزاں رسیدہ پتے درختوں سے ٹوٹ کر میرے اردگرد سرپٹخ رہے تھے۔ شیشم کی اونچی شاخ پر ایک پرندہ چونچ میں دانہ لئے آیا۔ خزاں رسیدہ درخت کی ننگی ٹہنیوں پر وہی ایک گھونسلہ بہار کی علامت تھا۔ اس میں زندگی اور بہار کے آثار تھے۔ لان کے اطراف میں لگے اکادکا کیلی کے پودوں پر سرخ اور پیلے پھول کھلے تھے۔ میں ایک رسالے کی ورق گردانی کررہا تھا۔ خزاں رسیدہ پتوں کی طرح رسالے کے اوراق بھی پھڑ پھڑا رہے تھے اور مجھے معلوم نہیں تھا کہ میں کیا پڑھ رہا ہوں یا سوچ رہا ہوں۔ شاید میں کچھ بھی نہیں کر رہا تھا۔۔۔۔ لیکن نہیں۔۔۔۔ میں کچھ کچھ نہ کچھ تو کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں تحریروں کا ایک جال بچھا تھا، پرندے بول رہے تھے اور میں سلیمان نہ تھا کہ ان کی بولی سمجھ لیتا۔ وہ یقینی طور پر ایک دوسرے کو اپنی کتھا سنا رہے تھے۔ بان کی کھردری چارپائی کی پائنتی رکھی ٹرے میں چائے کی پیالی سرد ہوگئی تھی۔ میری خواہش تھی کہ جیسے ہی کسی پرندے کی چونچ سے کوئی کہانی گرے میں اسے اٹھا کر سنبھال لوں اور مکمل کر کے کسی جریدے میں اشاعت کے لئے بھیج دوں۔ لیکن خیال آیا۔۔۔ یہ شوق نام وری کس لئے۔۔۔؟ کسی پرندے کی چونچ سے گری ہوئی کہانی تو میری اپنی سوغات ہے میں اسے عام کیوں کرنا چاہتا ہوں۔ میں ایسی کہانیاں سنبھال کر کیوں نہیں رکھتا۔ کیا یہ تحریریں بھی کسی کی امانت ہیں؟ جو ہمیں لوٹانی ہیں۔ تخلیق کار کو معلوم ہی کب ہوتا ہے کہ وہ کس لئے تخلیق گری کے عمل سے گذر رہا ہے؟ اپنی ذات کی تشہیر کے لئے؟ معاشرے یا پھر کائنات کے لئے۔۔۔؟ میرے آنگن میں کوئی پنجرہ نہیں۔۔۔۔ میں نے پرندے کبھی قید نہیں کئے۔ بچپن میں چین کے طوطے جو پیغام لائے تھے، وہ میں آج تک نہیں بھولا۔ مجھے قید سے نفرت ہے۔۔۔ قید جبر کی علامت ہے، پرندے اور کہانیاں قید نہیں کرنے چاہئیں۔ یہ قید ہو جائیں تو فضا میں گھٹن بڑھ جاتی ہے جس سے دم رکنے لگتا ہے۔ میں گھر کے آنگن میں مٹھی بھر باجرہ بکھیر دیتا ہوں، پرندے دانا چگتے، چہچہاتے اور مجھے کہانیاں سناتے رہتے ہیں۔ کہانی تلاش کرنے کے لئے میں اٹھا، اندر سے باجرہ نکال کر صحن میں بکھیر دیا۔ تھوڑی دیر میں چڑیاں، لالیاں، کال کھڑچی، کوے اور ہدہد میرے اردگرد اکٹھے ہو گئے۔ ابھی وہ دانہ چگ ہی رہے تھے کہ ایک دم اڈاری مار کر اڑ گئے۔ میں نے چونک کر سر اٹھایا۔۔۔۔ سامنے پگڈنڈی پر ایک شخص آ رہا تھا۔۔۔۔ دھیمی چال چلتا ہوا۔۔۔ آہستہ آہستہ اس کے نقوش واضح ہونے لگے۔ اس کے پاؤں میں گانٹھ لگی چپل، سر پر بوسیدہ میلی سی پگڑی اور بغل میں خالی بوریاں تھیں۔ پرندوں کی جگہ چارپائی پر وہ آ کر بیٹھ گیا۔ کہانیاں پرندے اپنے ساتھ لے اڑے اور میں رسالے کے اوراق میں سے پرندے تلاش کرنے لگا۔

اتنے میں، خزاں کی خاموشی میں ایک آواز ابھری "چار چار روپے۔۔۔۔" "سستیاں لے لو۔۔۔ چار چار روپے۔ میرا جی چاہا اٹھ کر ایک چنگیر لے لوں۔ ممکن ہے چنگیر میں روٹی کی بجائے کوئی کہانی رکھی ہو۔ اور بیچنے والی کی جیب میں رقم کی بجائے بھوک رکھی ہو۔۔۔ وہ خزاں رسیدہ چہرے والی ایک پستہ قد عورت تھی اس کے کپڑوں میں جگہ جگہ پیوند لگے تھے۔ وہ گذر گئی۔ میں چنگیر سے کہانی اٹھا سکا نہ اس کی جیب سے بھوک۔ دیر تلک اس کی پشت پر لٹکتے جھولے اور سر پر دھری چنگیروں کو دیکھتا رہا۔ رسالے کے اوراق چپ ہو گئے۔۔۔۔ گونگے اور

بھرے۔۔۔ان کی قوت گویائی کیا ہوئی۔۔۔۔۔؟ان سے نطق کس نے چھین لیا۔۔۔؟

یہ آدمی جو میرے سامنے بیٹھا ہے کون ہے؟ کہاں سے آیا ہے؟ ہم سب کہاں سے آئے ہیں۔۔۔؟ ہمیں جانا کہاں ہے ۔۔۔ہمارے سروں پر رکھی چنگیروں میں کیا ہے؟ روٹی یا بھوک۔۔۔۔۔۔۔؟ کائنات کی اصل کیا ہے۔۔۔؟شکم سیری یا فاقہ کشی۔۔۔؟ ہماری چنگیروں میں سے بھوک کہاں اڑ گئی ہے؟ قناعت کے سکے ہم کہاں گرا آئے ہیں؟انہیں تلاش تو کرنا چاہیے۔شاید گم شدہ میراث مل جائے۔۔۔!اس آدمی کو یہ بوریاں کھول کر ساری کہانیاں مجھے دے دینی چاہئیں،لیکن میں اسے کیا دوں گا۔۔۔بھوک۔۔۔یا روٹی۔۔۔؟اگر یہ ضرورت مند ہوا تو میرے پاس اسے دینے کے لئے کیا ہے؟ کہانیاں۔۔۔؟ کہانیوں سے پیٹ تو نہیں بھرتا، چولہا تو نہیں جلتا۔۔۔افلاس کا تن تو نہیں ڈھانپا جا سکتا۔۔۔!اجنبی شخص نے چارپائی ایک طرف گھسیٹے ہوئے کہا۔درخت کے نیچے نہیں بیٹھنا، پرندوں کی بیٹ گرے گی۔۔۔۔ میں بے روح اوراق پلٹتا رہا۔۔۔۔ میرے سامنے بیٹھے شخص کی خواہش تھی کہ میں اس سے باتیں کروں،لیکن کون سی۔۔؟ حالات حاضرہ،موسم،مہنگائی، بیروزگاری،علاقائی سیاست، جنگ،امن،ایٹم،۔۔۔۔کون سی بات۔۔۔۔۔۔؟ وہ آہستہ سے کھنکارا، گلہ صاف کیا، پگڑی سنبھالی، بوریوں کو تھپتھپایا حالانکہ وہ خالی تھیں۔ان میں اناج بھرنے کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔آپ کیسے ہو۔۔۔؟ وہ گویا ہوا۔ٹھیک ہوں۔۔۔الحمدللہ۔شہر سے کب آئے ہیں؟ کل ہی۔۔۔۔میاں صاحب کے قاتل کا پتہ چلا؟۔۔۔نہیں۔۔۔!ہائے ہائے کیسے سفاک لوگ تھے،موٹر سائیکل چھین لے جاتے،انہیں تو گولی نہ مارتے۔موٹر سائیکل بھی گیا، جان بھی گئی۔۔۔۔خان صاحب!۔۔آپ کا میاں صاحب سے تعارف کیسے ہے؟اجی۔۔۔ہم ان کے ٹریکٹر پر مزدوری کرتا تھا،مٹی ڈھونے کا کام کرتا تھا،میاں صاحب بہت اچھا انسان تھا،موٹر سائیکل چھیننے والوں کو کیڑے پڑیں،ان کی لاشیں گل سڑ جائیں۔۔۔۔خان جی،آج کیسے آ نکلے۔۔۔۔؟''نقش'' لینے آیا ہے جی ۔۔۔بیوی کا دودھ سوکھ گیا ہے اور بچہ بیمار ہے، ہاتھ بہت تنگ ہے،اب تو کہیں مزدوری بھی نہیں مل رہا ہے۔میں خان صاحب کے کھردرے اور سخت ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ بیلچے نے اتنی روٹی نہیں کمائی تھی،جتنی ہاتھوں نے گانٹھیں کمالی تھیں۔کھردرے ہاتھوں پر محنت کی روٹی رقم تھی، لکیروں کی لکڑیاں ہاتھ کے تنور میں سلگ رہی تھیں،لیکن بوریاں خالی تھیں،وہ پرامید تھا کہ بوریاں بھر جائیں گی''نقش'' سے دودھ اتر آئے گا اور اس کا بچہ کلکاریاں مارنے لگے گا۔اچانک اس کی آنکھوں میں چمک سی پیدا ہوئی۔وہ مسکرایا اور کہا،میاں صاحب۔۔۔۔ایک عرض کروں، اگر آپ کو برا نہ لگے تو۔۔۔؟ کہو کہو خان صاحب۔۔۔۔وہ جی۔۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔میری۔۔۔۔میاں صاحب کی طرف ایک دہاڑی نکلتی تھی جی۔۔۔۔ساٹھ روپیہ۔۔۔۔۔!بڑے میاں جی سے آپ کہیے ناں۔۔۔کہ''نقش'' کے ساتھ اگر ساٹھ روپیہ بھی مل جائے تو۔۔۔۔؟ اچھا۔۔۔!میں اٹھ کر اندر گیا۔۔۔۔میاں جی نے کھاتہ کھولا اسے کھنگالا۔۔۔۔خان صاحب کی دیہاڑی کہیں رقم نہیں تھی،دیہاڑی کی بجائے وہ''نقش'' لے کر باہر آئے۔اچانک ان کے ہاتھ سے''نقش'' چھوٹ کر گر گیا۔۔۔۔خزاں رسیدہ درخت پر سے کوا اترا، روزی کا لقمہ سمجھ کر اسے چونچ میں دبایا اور اڑ گیا۔

○

مجلس احرار اسلام قادیانی ہتھکنڈوں سے باخبر اور ہوشیار ہے

ہماری زندگیاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور محاسبہ قادیانیت کیلئے وقف ہیں

ان پڑھ مسلمانوں کو نوکریوں، شادیوں اور بیرون ملک کا کاروبار کا جھانسہ دے کر مرتد کیا جا رہا ہے

(امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری دامت برکاتھم)

(سلانوالی، ۱۰ مئی) ہماری زندگیاں عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ اور محاسبۂ قادیانیت کے لیے وقف ہیں۔ مسلمانوں کو قادیانیوں سے رواداری کا درس دینے والے ایمانی غیرت سے محروم ہیں۔ قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں، وہ اسلام قبول کر لیں اور وطن سے وفاداری کا عملی ثبوت دیں تو ان کے لئے رواداری کے تمام دروازے کھلے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے مسجد فاروقِ اعظم سلانوالی میں ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔ حافظ شفیق الرحمٰن میزبان تھے۔ انہوں نے کہا کہ قادیانی ملک میں کھلم کھلا ارتداد کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کا یہ عمل اسلام اور آئینِ پاکستان کی توہین اور خلاف ورزی ہے۔ ان پڑھ مسلمانوں کو نوکریوں، شادیوں اور بیرونِ ملک کاروبار کا جھانسہ دے کر مرتد کیا جا رہا ہے، افسوس کہ حکومت نے انہیں کھلی چھٹی دے رکھی ہے انہوں نے کہا کہ مجلس احرار اسلام قادیانی ہتھکنڈوں سے باخبر اور ہوشیار ہے۔ احرار ہر محاذ پر قادیانیوں کا تعاقب اور محاسبہ جاری رکھیں گے۔ امیر احرار نے کہا کہ موجودہ دورِ حکومت میں قادیانیوں کو ان کے حقوق سے زیادہ آزادیاں ملی ہیں۔ اعلیٰ حکومتی عہدوں پر انہیں تعینات کیا گیا ہے۔ کفر کی تبلیغ اور لٹریچر کی اشاعت کے ضمن میں انہیں کھلی آزادی ہے۔ مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے قادیانی روزِ اوّل سے اپنی الگ آزاد ریاست کے قیام کے لئے کوشاں ہیں۔ قیامِ پاکستان سے قبل قادیان کو اپنی ریاست بنانا چاہا جو احرار نے ناکام بنا دی۔ پھر کشمیر پر قبضہ کی سازش کی جسے علامہ اقبالؒ اور سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے ناکام بنا دیا۔ پاکستان بننے کے بعد بلوچستان کو احمدی سٹیٹ میں تبدیل کرنے کا منصوبہ بنا۔ اسی طرح چناب نگر (ربوہ) کو اپنی آزاد ریاست بنانے کی مذموم سعی کی۔ الحمدللہ مجلس احرار اسلام نے تمام دینی جماعتوں اور علماء کو ساتھ ملا کر اسلام اور وطن کے خلاف ان تمام سازشوں کو ناکام بنایا۔ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ آج کل مرزائیوں کا مفرور گرو گھنٹال مرزا طاہر پاکستان اور بھارت کے علاقوں پر مشتمل ''الجنۃ'' نامی آزاد قادیانی ریاست کے قیام کے لئے کوشاں ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ وطنِ عزیز کی سلامتی کے خلاف نہایت خطرناک منصوبہ ہے۔ علامہ اقبالؒ نے سچ کہا تھا '' قادیانی اسلام اور وطن دونوں کے غدار ہیں۔'' سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ حکومت قادیانیوں کی ارتدادی اور وطن دشمن سرگرمیوں کا نوٹس لے اور انہیں ملک کے کلیدی عہدوں سے برطرف کرے۔ انہوں نے کہا کہ مجلسِ احرارِ اسلام قادیانیوں کے اس خواب کو کبھی پورا نہیں ہونے دے گی۔ ہم اپنے عقائد اور وطن کی ہر قیمت پر حفاظت کریں گے۔

☆ اندرون سندھ اور پنجاب کے اہم ترین شہر قادیانیوں کے ارتدادی سرگرمیوں کی زد میں ہیں

☆ لاہور میں آٹھویں اور دسویں جماعت کے مسلمان بچوں کو ''اطفال الاحمدیہ'' نامی قادیانی تنظیم کے ذریعے مرتد بنایا جا رہا ہے۔

(امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری دامت برکاتھم)

(بیٹ میر ہزار خان، یکم مئی) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ''امت کے آخری حصے کی اصلاح بھی اسی طریقے سے

ہوگی جس طرح پہلے حصے کی اصلاح ہوئی۔"فرد کی اصلاح سے لیکر ملک کے نظام کی اصلاح تک آج جتنے بھی غیر اسلامی طریقے اختیار کئے جا رہے ہیں۔سب بے سود اور تضیع اوقات ہیں۔ان خیالات کا اظہار مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المہیمن بخاری نے بیٹ میر ہزار خان میں منعقدہ ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔انہوں نے کہا کہ اسلامی معاشرہ کے قیام کے لئے مسلمانوں کے اعمال واخلاق کی اصلاح اور تربیت اتباعِ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ممکن ہے۔جس طرح اسلامی انقلاب اور حکومتِ الٰہیہ کے قیام کے لئے فریضۂ جہاد کا اجراء قیام از بس ضروری ہے۔انہوں نے کہا کہ ملک کے مختلف حصوں میں قادیانی ان پڑھ مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں۔کہیں مذہبی مباحث چھیڑ کر لوگوں میں ذہنی انتشار پھیلایا جا رہا ہے اور کہیں معاشی مجبوریوں سے فائدہ اٹھا کر سادہ لوح مسلمانوں کے ایمانوں کو لوٹا جا رہا ہے۔انہوں نے کہا کہ اندرونِ سندھ اور پنجاب کے اہم ترین شہر قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کی زد میں ہیں۔لاہور میں ماڈل ٹاؤن اور مغلپورہ کے علاقوں میں آٹھویں اور دسویں جماعت کے مسلمان بچوں کو "اطفال الاحمدیہ" نامی قادیانی تنظیم کے ذریعے مرتد بنایا جا رہا ہے۔نماز کی پابندی، مطالعۂ کتب اور کھیل کود جیسی سرگرمیوں میں قادیانی بچوں کے ذریعے انہیں شریک کر کے مرزائی بنایا جا رہا ہے۔یہی حال اندرونِ سندھ کے دیہی علاقوں کا ہے۔انہوں نے کہا کہ حکومت، قادیانیوں کو غیر قانونی اور غیر اسلامی سرگرمیوں کا نوٹس لے اور ذمہ دار قادیانیوں کو گرفتار کر کے قرار واقعی سزا دے۔شیخ سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ اگر قادیانیوں، عیسائیوں اور بے دین دھریوں کی ارتدادی سرگرمیوں کا حکومتی سطح پر سدِ باب کیا نہ کیا گیا تو ملک خانہ جنگی کا شکار ہوگا۔مسلمانوں کے اندر اس حوالے سے شدید اضطراب، بے چینی اور ردِ عمل پایا جاتا ہے۔خصوصاً ملک میں سرگرمِ عمل این جی اوز بھی انہی باطل قوتوں کی مددگار اور پشت پناہ ہیں۔علماء اور دینی جماعتیں اپنی ذمہ داریوں کو حتی المقدور پورا کر رہے ہیں لیکن آئین پر عمل درآمد حکومت کی ذمہ داری اور فرائض میں شامل ہے۔

☆سودی نظام نے ہمیں مہنگائی اور بے روزگاری کے سوا کچھ نہیں دیا۔

☆این جی اوز اور یہود و نصاریٰ کے سود خور نمائندے اسلامی معیشت کی راہ میں رکاوٹ ہیں

(امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم)

(تلہ گنگ، ۱۱مئی) مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ پاکستان کو معاشی طور پر مستحکم کرنے کا راز سودی نظام کے خاتمے میں مضمر ہے۔سودی نظام معیشت نے ہمیں مہنگائی، بے روزگاری، بھوک اور افلاس کے سوا کچھ نہیں دیا۔یہ سودی نظام کا ہی شاخسانہ ہے کہ ملک تباہی کے دہانے پر پہنچ گیا ہے جب تک اس یہودی معیشت کو ختم نہیں کیا جاتا ملک معاشی طور پر خوشحال نہیں ہوسکتا۔وہ جامع مسجد ابوبکر صدیق میں اجتماع جمعہ سے خطاب کر رہے تھے۔انہوں نے کہا کہ حکومت سپریم کورٹ کے فیصلے پر عملدرآمد کرتے ہوئے یکم جولائی کو سودی نظام کے خاتمے کا اعلان کرے۔اسلامی نظام معیشت نافذ کر کے، مہنگائی اور بے روزگاری کی چکی میں پسی ہوئی غریب عوام کی دیرینہ خواہش کو پورا کرے۔تاکہ ملک معاشی طور پر خود کفیل ہو کر ترقی کی منازل طے کر سکے۔امیرِ احرار نے کہا کہ این جی اوز، یہود و نصاریٰ کے ایجنٹ و گماشتے اور سود خور عناصر اسلامی نظامِ معیشت کے نفاذ کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ایسا سوچنے اور تدابیر کرنے والے یہ سوچ لیں کہ سود اللہ تعالیٰ سے کھلی جنگ ہے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان اس وقت تک سودی قرضوں کے بھاری بوجھ سے نہیں نکل سکتا جب تک سودی نظام کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔اس سلسلے میں حکومت تمام مکاتب فکر کے علماء کرام سے مشاورت کرے، سپریم کورٹ کے فیصلے اور اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر عمل درآمد کرے۔انہوں نے کہا کہ ملک کی موجودہ اقتصادی و معاشی اور سیاسی بدحالی عذاب

الٰہی کی شکل میں ہے۔اس یہودیانہ نظام کو جاری رکھ کر اللہ کے عذاب کو مزید دعوت نہ دی جائے۔مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف یونائیٹڈ بینک لمیٹڈ کی نظر ثانی کی اپیل اللہ کے قانون کے خلاف کھلی جنگ اور حکومت کے منافقانہ طرز عمل کا واضح ثبوت ہے۔اب دینی حلقوں کو سنجیدگی کے ساتھ سوچنا ہوگا۔کہ اس بینک کے ساتھ آئندہ کیا طرز عمل اختیار کیا جائے۔مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے دینی جماعتوں کے قائدین اور علماء کرام سے درخواست کی ہے کہ وہ سودی نظام کے خاتمے اور اسلامی نظام معیشت کو رائج کرنے کے لئے جہاد کریں اور مشترکہ لائحہ عمل تیار کر کے سپریم کورٹ کے فیصلے کے نفاذ میں کلیدی کردار ادا کریں۔

☆ گورنمنٹ کالج لاہور کے اسلام دشمن پرنسپل اور پروفیسرز کی دریدہ دہنی کے خلاف قانونی کارروائی کی جائے

(امیر احرار سید عطاء المہیمن بخاری)

(لاہور ۱۳ مئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے مرکزی امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے مطالبہ کیا ہے کہ گورنمنٹ کالج لاہور میں کفر وارتداد اور پرویزیت پھیلانے اور کالج کے ماحول کو پراگندہ کر کے طلباء کے ذہنوں کو مسموم کرنے کے ذمہ دار اساتذہ کے خلاف تحقیقات کے لئے اعلیٰ سطحی عدالتی کمیشن قائم کیا جائے۔ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ پروفیسر خان محمد چاولہ اور پروفیسر رفیق کالج کے پرنسپل خالد آفتاب کی سرپرستی میں قرآن کریم،اسلام اور اسلامی شعائر کے بارے میں دریدہ دہنی کر رہے ہیں اور توہین رسالت (ﷺ) کے مرتکب ہوئے ہیں۔تعلیمی و مذہبی حلقوں کے پرامن احتجاج کے باوجود ابھی تک کوئی کارروائی نہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکومت دین دشمن لابیوں کی خودسرپرستی کر رہی ہے۔علاوہ ازیں احرار رہنما پروفیسر خالد شبیر احمد،سید محمد کفیل بخاری اور عبداللطیف خالد چیمہ نے کہا کہ پروفیسر سرفراز حسین جعفری،پروفیسر وسیم قریشی،پروفیسر نوید حسین اور پروفیسر شمس الدین کے قرآن پاک پر حلف کے بعد کہ پروفیسر خان محمد چاولہ اور پروفیسر رفیق پرنسپل کی سرپرستی میں کلاس رومز میں کھلم کھلا قرآن وحدیث اور اجماع امت پر طعن وتشنیع اور دشنام طرازی کرتے ہیں۔ذمہ دار اساتذہ کے خلاف کارروائی نہ کرنا اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ کارپردازانِ محکمہ تعلیم اور اعلیٰ حکام ایسے اسلام و ملک دشمن عناصر کو خود سپانسر کر رہے ہیں۔احرار رہنماؤں نے کہا کہ اساتذہ کے روپ میں دہریت کے علمبرداروں کے خلاف مؤثر کارروائی نہ کی گئی تو مذہبی جماعتیں ہر ممکن احتجاج کریں گی۔

توقیر احمد سرگانہ حضرت مولانا خواجہ خان محمد مدظلہ کے ہاتھ پر قادیانیت سے تائب ہو کر اسلام قبول کرلیا

(باگڑ سرگانہ،۳۰۔اپریل) توقیر احمد سرگانہ تیسری پشت سے مرزائی تھے۔میاں حاجی محمد حسین اور میاں حاجی مشتاق احمد کے بھتیجے ہیں۔24-25۔اپریل 2001ء کو حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ،باگڑ سرگانہ (ضلع خانیوال) میں جلوہ افروز رہے اور اپنے فیوض وبرکات سے نوازتے رہے۔اسی دوران توقیر احمد،حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ان کے اور جملہ سرگانہ برادری کے سامنے مرزائیت سے توبہ کی،مرزا قادیانی کو لعنتی اور جھوٹا قرار دیا اور حضرت خواجہ خان محمد دامت برکاتہم کو بیعت کی درخواست کی۔حضرت بے حد خوش ہوئے اور بیعت کرنے کے بعد توقیر احمد کے لئے عقیدۂ ختم نبوت پر قوی استحکام کی طویل دعا فرمائی اور بلند آواز میں فرمایا ''توقیر احمد! آپ پر دوزخ کی آگ حرام ہے۔اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے''۔(آمین۔ثم آمین)

میاں احمد خاندان کے تمام افراد عزیزم توقیر احمد کو مرزائیت سے توبہ کرنے اور اسلام قبول کرنے پر مبارکباد پیش کرتے ہیں۔مجلس

احرار اسلام کے امیر، قائد احرار، ابن امیر شریعت حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم اور مجلس کے تمام ارکان بھی عزیزم توقیر احمد کو مبارک باد پیش کرتے ہیں اور ایمان و عمل کی استقامت کی دعاء کرتے ہیں۔(ادارہ)

☆ منکرات کے خلاف پورے جذبے اور استقامت کے ساتھ مسلمانوں کو اٹھ کھڑے ہونا چاہیے

(حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری)

(چیچہ وطنی، ۸مئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے سربراہ حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا ہے کہ منکرات کے خلاف پورے جذبے اور استقامت کے ساتھ مسلمانوں کو اٹھ کھڑے ہونا چاہیے اور انفرادی و اجتماعی ہر ممکن طریقے سے برائی کے سامنے بند باندھنا چاہیے۔ وہ شیخ عبدالغنی کی رہائش گاہ پر شہریوں کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ موجودہ حکومت دین کو اس کی جڑ سے اکھاڑ پھینکنا چاہتی ہے اور عورت کو ماں، بہن، بیٹی اور بیوی جیسے مقدس رشتوں کی بجائے بازار اور منڈی کا مال بنا دینا چاہتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی احکامات پر عمل پیرا ہو کر ہی ہم دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔

☆ امریکی و یورپی ایجنڈے کے مطابق موجودہ حکومت توہینِ رسالت ﷺ کے قانون کو غیر مؤثر بنانے کی کوشش کر رہی ہے

☆ یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرنے والے حکمران اور سیاستدان ملک و قوم سے ہرگز مخلص نہیں

(مولانا فدا الرحمٰن درخواستی سربراہ پاکستان شریعت کونسل)

(چیچہ وطنی، ۱۴مئی) پاکستان شریعت کونسل کے سربراہ مولانا فداالرحمٰن درخواستی نے کہا ہے کہ موجودہ صدی اسلام کے غلبے اور استعماری قوتوں کے خلاف جدوجہد کو منظم کرنے کی صدی ثابت ہوگی۔ جدید دور کے چیلنجوں اور مسائل کو حل کرانے کیلئے منظم و مربوط منصوبہ بندی کرنی چاہیے۔ وہ دفتر مجلس احرار اسلام جامع مسجد چیچہ وطنی میں احرار کارکنوں، علماء کرام، شہریوں اور طلباء کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر احرار رہنما عبداللطیف خالد چیمہ کے علاوہ مولانا احمد ہاشمی، قاری محمد قاسم، رضوان الدین احمد صدیقی، مولانا منظور احمد، حافظ سعید احمد، مولوی عبدالشکور، حافظ محمود احمد، محمد عاطف اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ مولانا فداالرحمٰن درخواستی نے کہا کہ امریکی یورپی ایجنڈے کے مطابق موجودہ حکومت توہین رسالت ﷺ کے قانون کو غیر مؤثر بنانے کی سازش کر رہی ہے اور ہم اس قانون میں ذرہ برابر بھی کوئی ترمیم ہرگز قبول نہیں کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ کی خوشنودی کے لئے کام کرنے والے حکمران اور سیاستدان ملک و قوم سے ہرگز مخلص نہیں اور وہ جس ایجنڈے کی تکمیل کیلئے کوشاں ہیں وہ دین دشمن این جی اوز کا ایجنڈا ہے انہوں نے کہا ملا عمر نے افغانستان میں خلافتِ اسلامیہ کی بنیاد رکھ کر عالم کفر کی جڑوں کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ ہماری سلامتی و بقا صرف اور صرف اس میں مضمر ہے کہ انقلاب افغانستان کو بنیاد بنا کر طاغوت اور اس کے حاشیہ برداروں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں۔

☆ زندگی کی تمام تر سہولتوں کی فراوانی کے باوجود اہلِ یورپ خود اپنے کلچر سے بیزار نظر آتے ہیں

شیخ عبدالواحد (صدر، احرار ختم نبوت مشن، برطانیہ)

(چیچہ وطنی ۲۳ مئی) احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد نے کہا ہے کہ یورپ میں مسلمان ہونے والوں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہو رہا ہے، ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمان بغیر کسی مرعوبیت کے اسلامی تعلیمات کا مظہر بن جائیں۔ وہ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم نشریات عبداللطیف خالد چیمہ کی طرف سے عشائیہ سے خطاب کر رہے تھے۔ اس موقع پر حافظ محمد اشرف (مدینہ منورہ) محمد سعید (برمنگھم) مولانا عبدالباقی، ابونعمان چیمہ، ڈاکٹر اعظم چیمہ، منظور احمد، جاوید اقبال چیمہ، چودھری محمد اشرف اور دیگر حضرات بھی موجود تھے۔ شیخ عبدالواحد نے کہا کہ زندگی کی تمام تر سہولتوں کی فراوانی کے باوجود اہل یورپ خود اپنے کلچر سے بیزار نظر آتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ برطانیہ میں دینی تعلیمات کے ادارے دن رات کوشاں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ بیرون ممالک پاکستانی سفارتخانے پاکستانیوں کی دینی ضروریات اور مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دے رہے۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈہ کرنے والے عناصر بالخصوص قادیانی فتنے کے سدِّ باب کیلئے لندن سمیت تمام پاکستانی سفارتخانوں میں خصوصی انتظامات کئے جائیں اور اس کے لئے رابطہ عالم اسلامی اور پاکستانی علماء کرام سے استفادہ کیا جائے۔ قبل ازیں شیخ عبدالواحد دفتر مرکزیہ لاہور اور بعد ازاں خالد چیمہ کے ہمراہ دارِ بنی ہاشم ملتان بھی گئے، جہاں حضرت امیر مرکزیہ اور سید محمد کفیل بخاری کے علاوہ حضرت مولانا علامہ خالد محمود سے بھی ملاقات کی۔

☆ ہماری تمام مشکلات کا حل سیرت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں ہے

☆ مجلس احرار اسلام مدارس دینیہ کے نصاب میں کسی سرکاری تبدیلی کو قبول نہیں کرے گی

(امیر احرار حضرت پیر جی سید عطاء المھیمن بخاری دامت برکاتھم)

☆ فوجی حکمران این جی اوز کے ذریعے اخلاق باختہ معاشرہ کے قیام کیلئے راہ ہموار کر رہے ہیں

(عبداللطیف خالد چیمہ)

(بورے والا، ۲۲ مئی) مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر سید عطاء المھیمن بخاری نے کہا ہے کہ ہماری تمام مشکلات کا حل سیرت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہونے میں ہے۔ وہ مدرسہ عربیہ اسلامیہ بورے والا میں مولانا عبدالرحیم نعمانی مرحوم کی یاد میں منعقدہ سیرت النبی ﷺ کانفرنس سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ قیام پاکستان کے مقاصد سے منحرف ہو کر اہل اقتدار اور اہل سیاست نے ملکی وسائل کو جی بھر کر لوٹا، عوام کا استحصال کیا اور غریب کے نام پر غریب کے حقوق غصب کئے۔ انہوں نے کہا موجودہ نظام جمہوریت کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مجلس احرار اسلام مدارس دینیہ کے نصاب میں کسی سرکاری تبدیلی کو قبول نہیں کرے گی اور نہ ہی فوجی حکمرانوں کی طرف سے این جی اوز کی بالادستی برداشت کی جائے گی۔ مجلس احرار اسلام کے مرکزی سیکرٹری اطلاعات عبداللطیف خالد چیمہ نے کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے الزام لگایا کہ فوجی حکمران این جی اوز کے ذریعے اخلاق باختہ معاشرہ کے قیام کی راہ ہموار کر رہے ہیں اور قادیانی افسروں کو اہم کلیدی عہدوں پر فائز کر کے غیر ملکی طاقتوں کو خوش کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ انتخابی فہرستوں میں ملک بھر میں قادیانیوں نے اپنے آپ کو مسلمان

ظاہر کیا ہے اور حکومت نے کوئی نوٹس نہ لے کر بدترین قادیانیت نوازی کا ثبوت دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ وفاقی وزیر داخلہ دینی جماعتوں کے خلاف امریکی ایجنڈے کی روشنی میں زہر اگل کر اپنے آقاؤں کا حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ مدارس اسلامیہ بنیاد پرستی کے مراکز ہیں، ہم بنیاد پرست ہیں جبکہ وزیر داخلہ بے بنیاد طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ وزیر داخلہ کو ان کے عہدے سے ہٹایا جائے۔ مولانا عبدالنعیم نعمانی نے کہا کہ وزیر داخلہ معین الدین حیدر جیسے کئی وزیر اور حکمران آئے اور رسوا ہو کر تشریف لے گئے۔ انہوں نے کہا کہ افغانستان میں نافذ العمل نظام میں خلافت اسلامیہ کی یاد تازہ کر دی ہے۔ نظامِ اسلام کا عملی نفاذ ہی ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ مولانا علی محمد جوہر اور دیگر مقررین نے بھی خطاب کیا۔ بعد ازاں مولانا عبدالنعیم نعمانی کی رہائش گاہ پر حضرت امیر مرکزیہ اور ناظم نشریات نے احرار کارکنوں سے ملاقات کی اور کام کا جائزہ لیا۔

قادیانی خاندان نے اسلام قبول کر لیا

گوجرانوالہ (بیورو رپورٹ) عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مبلغ حافظ محمد ثاقب کے ہاتھ پر تکونڈی موسیٰ خان کے ایک قادیانی خاندان نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ خاندان کے سربراہ سرور ولد لال دین اور ان کی اہلیہ سلیمہ بی بی، بیٹیوں عابدہ بی بی، اور سمرین بی بی نے قبولِ اسلام کا اعلان کر دیا، اس موقع پر بیسیوں لوگ موجود تھے جن میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت تکونڈی موسیٰ خان کے امیر محمد شریف، سیکرٹری نواز احمد اور دیگر ارکان اور معززین شامل تھے۔ (روزنامہ پاکستان ۱۶ مئی ۲۰۰۱ء)

امیر احرار، ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم کی تبلیغی و تنظیمی مصروفیات

۱۴۔۱۵ مئی: راولپنڈی، اسلام آباد: شرکت انتخابی اجلاس کارکنانِ احرار، مختلف احباب سے ملاقاتیں

۱۶ مئی: اکوڑہ خٹک: ملاقات مولانا ڈاکٹر سید شیر علی شاہ صاحب

〃 〃 اٹک شہر: بہ سلسلہ ملاقات مولانا قاضی محمد ارشد الحسینی

〃 〃 درگئی: تعزیت حضرت نبی بادشاہ مرحوم

۱۷ مئی: واپسی برائے چناب نگر

۱۸ مئی: قیام ملتان۔ بعد از عشاء خطاب مکی مسجد لیہ روڈ، چوک اعظم

۱۹ مئی: قیام ملتان

۲۰ مئی: خطاب بعد از مغرب چک نمبر 55 پیر مراد ضلع وہاڑی۔ داعی عبدالحمید صاحب

۲۱ مئی: صبح، خان پور، ضلع وہاڑی داعی: حافظ گوہر علی

〃 〃 بعد از مغرب درسِ قرآن بہ مقام پیر شاہ ضلع وہاڑی۔ داعی صوفی محمد خالص صاحب

۲۲ مئی: میراں پور، لکڑ والہ، لکری کلاں، محبت پور ضلع وہاڑی (ہمراہ حافظ محمد اکرم احرار (بہ سلسلہ ملاقات و رابطہ احباب احرار)

〃 〃 بعد از عشاء خطاب جلسۂ سیرت، جامعہ عربیہ بورے والا ضلع وہاڑی

۲۳ مئی: خطاب بعد از عشاء جامع مسجد مہاجر کالونی، بہاولنگر

۲۴ مئی: ملاقات و مشاورت احبابِ احرار۔ چشتیاں، حاصل پور، شیخی غربی

〃 〃 خطاب بعد از عشاء حاصل پور شہر

۲۵ مئی: خطبۂ جمعہ: دار بنی ہاشم ملتان۔ بعد از عشاء خطاب مدرسہ احسان القرآن عثمان آباد کالونی۔ ملتان

۲۶ مئی: قیام ملتان

۲۷ مئی: درسِ قرآن کریم بعد از عشاء مکی مسجد، حرم گیٹ۔ ملتان

۲۸ تا ۳۱ مئی: قیام ملتان

۳۱ مئی: ماہانہ مجلسِ ذکر۔ دار بنی ہاشم، ملتان

یکم جون: خطبۂ جمعہ، احرار مرکز، مدنی مسجد بخاری ٹاؤن۔ چنیوٹ

۵ جون: ۱۲ ربیع الاول، سالانہ سیرت کانفرنس، مسجد احرار۔ چناب نگر

۱۵ جون: خطبۂ جمعہ مسجد فاروقِ اعظم۔ ساہیوال، داعی: قاری منظور احمد صاحب

علامہ ڈاکٹر خالد محمود کا دارِ بنی ہاشم میں اجتماعِ جمعہ سے خطاب

(ملتان ۱۸، مئی) ممتاز عالم دین اور محقق علامہ ڈاکٹر خالد محمود دامت برکاتہم ۱۸، مئی کو دارِ بنی ہاشم میں تشریف لائے۔ آپ نے ''اسلام، دینِ کامل، سنت کی شرعی حیثیت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسوۂ حسنہ کے کامل نمونے'' جیسے اہم عنوانات پر نہایت مفصل خطاب فرمایا۔ مجلس احرار اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری، مدیر ماہنامہ نقیب ختم نبوت سید محمد کفیل بخاری اور دیگر احباب اس موقع پر موجود تھے۔ حضرت علامہ مدظلہ نے اپنے خطاب میں محسنِ احرار، ابنِ امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمہ اللہ کی دینی خدمات پر انہیں خراجِ تحسین پیش کیا اور ان کی قائم کردہ یادگار ''مدرسہ معمورہ'' کی کامیابی کی دعا کی۔

احرار ختم نبوت مشن برطانیہ کے صدر شیخ عبدالواحد اور مجلس احرارِ اسلام کے مرکزی ناظم نشر و اشاعت عبداللطیف خالد چیمہ بھی اسی روز دارِ بنی ہاشم تشریف لائے۔ انہوں نے حضرت علامہ سے ملاقات کی اور مختلف موضوعات پر تبادلۂ خیالات کیا۔

حضرت مولانا عبدالواحد مدظلہ کی مدرسہ معمورہ میں آمد

(ملتان ۳۰ اپریل) جامعہ حمادیہ کراچی کے مہتمم حضرت مولانا عبدالواحد صاحب دامت برکاتہم ۳۰ اپریل کو دارِ بنی ہاشم تشریف لائے۔ بھائی محمد نعیم صاحب اور دیگر احباب بھی ان کے ہمراہ تھے۔ وہ جب بھی پنجاب تشریف لائیں تو مدرسہ معمورہ ملتان کو اپنی تشریف آوری سے ضرور مشرف فرماتے ہیں۔ حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے انہیں بے پناہ محبت تھی اور بہت ہی مخلصانہ تعلق تھا وہ ہمیشہ اپنی محبت و خلوص کا اظہار فرماتے ہیں۔ مدرسہ معمورہ کے ناظم سید محمد کفیل بخاری نے حضرت مولانا عبدالواحد مدظلہ اور ان کے رفقاء کو خوش آمدید کہا۔ حضرت مولانا نے دعاء فرمائی اور کچھ دیر ٹھہرنے کے بعد رخصت ہو گئے۔

ماہانہ مجلس، روحانی اجتماع و ذکر و اصلاحی بیان

28 جون، بروز جمعرات بعد از عشاء دارِ بنی ہاشم، ملتان

حضرت پیر جی ابن امیر شریعت

سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتھم

اصلاحی، تربیتی بیان فرمائیں گے۔ احباب و متعلقین نمازِ مغرب تک پہنچ جائیں

المعلن: ناظم مدرسہ معمورہ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون: 511961 .061)

ز۔ بخاری

حُسنِ انتقاد

تبصرے کے لئے دو کتابوں کا آنا ضروری ہے۔

پاکستان میں اسلام کا نظام کیسے قائم ہو؟: مولانا حافظ مہر محمد میانوالوی کی وجہ شہرت دفاع صحابہ کرامؓ اور اہلِ سنت کے عقائد وحقوق کے تحفظ کے لئے کیا گیا قابلِ قدر قلمی جہاد ہے۔ پیشِ نظر کتابچے میں ان کا روئے سخن جنرل پرویز مشرف صاحب کی طرف ہے۔ کچھ باتیں عوام کو مخاطب کر کے بھی کہی گئی ہیں۔ کچھ معروضات، وہ بھی ہیں جو مؤلف نے پہلے کبھی نواز شریف صاحب کو بھجوائی تھیں۔ ان ساری تحریروں میں ایک ہی چیز نمایاں ہے، یعنی۔۔۔۔ درد وسوز وآرزومندی۔ لیکن ''وصال یار فقط آرزو کی بات نہیں''۔ قیامِ حکومت الٰہیہ یا ''طالبانائزیشن'' کے لیے مطالبات، تجاویز اور قراردادوں کی نہیں۔ قربانی وایثار اور صبر واستقامت پر مبنی جدو جہد کی ضرورت ہے۔ ایک طویل، صبر آزما اور غیر جمہوری جدو جہد جو دعوتی اور ارشادی بھی ہو، تعلیمی واصلاحی بھی اور اقدامی ومزاحمتی بھی لیکن اس کے لیے پاکستان کے سیاسی اور جمہوری علماء کرام اپنے آپ کو یکسو نہیں کر پا رہے۔

کتابچے پر قیمت درج نہیں۔ ضخامت ۶۴ صفحات ہے۔ جناب مؤلف کو ''بن'' حافظ جی، ضلع میانوالی'' کے پتے پر خط لکھ کر کتابچہ منگوایا جا سکتا ہے۔

حضرت عمار بن یاسرؓ کی شہادت اور سبائیوں کے کرتوت: قصہ پرانا ہے اور بحث لمبی ہے۔ نہ ماننے والوں کو کون منوائے؟ جنگِ صفین (۳۷ھ) میں سیدنا عمار بن یاسرؓ کی شہادت کا الزام حضرت امیر معاویہؓ اور ان کے لشکری ساتھیوں کو دیا جاتا ہے، تاکہ انہیں باغی کہا جا سکے۔ الزام دینے والوں میں دانا دشمن اور نادان دوست سبھی شامل ہیں۔ مولانا حافظ مہر محمد صاحب نے اس مختصر کتابچے میں، حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان۔۔۔ ''اے سمیہؓ کے بیٹے عمارؓ! تجھے میرے صحابی قتل نہ کریں گے، تجھے تو ایک باغی ٹولہ قتل کرے گا'' کی خوب تحقیق کی ہے، اور سبائیوں کی کاری گری (یا، کرتوت) کا پردہ چاک کیا ہے۔ روایات کے اس تجزیے، تنقید، تقابل، موازنے اور تطبیق کا حاصل ہے، سیدنا امیر معاویہؓ کی براءت۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت اور محنت کو قبول فرمائیں۔

جناب مؤلف کی خدمت میں ایک ذرا سی گزارش یہ ہے کہ تحریر وانشاء اور تالیف وتصنیف ایک مستقل فن ہے۔ لہٰذا اس میدان کے لوگوں کے لیے اس کے فنی لوازم ومقتضیات، بہر صورت قابل لحاظ اور لائقِ اعتنا رہنے چاہئیں۔ پیشِ نظر کتابچے کا اسلوب کچھ ایسا الجھا الجھا ہے کہ یہ مؤلف اور قاری کے مابین بہت دفعہ ''ابلاغی خلاء'' کو جنم دیتا ہے۔

کتابچے کی قیمت دس روپے اور ضخامت ۳۲ صفحے ہے۔ مؤلف ہاں سے دستیاب ہے۔

آخری پیغامِ حق: ماہنامہ ''شمس الاسلام'' بھیرہ کی خصوصی اشاعت (اپریل ۲۰۰۱ء) کا عنوان ہے ''آخری پیغامِ حق'' یہ ایک طویل خطاب کا عنوان ہے۔ خطابت، اصلاً سننے کی چیز ہے پڑھنے کی نہیں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ زندہ لفظوں اور بولتے ہوئے لفظوں کو سرقرِطاس سجا دیا جائے تو ایک روشنی اور ایک حرارت سی پڑھنے والوں کو باقاعدہ محسوس ہوتی ہے۔

پنجاب کے ضلع سرگودھا میں بھیرہ ایک مردم خیز علاقہ ہے۔ ماہنامہ ''شمس الاسلام'' کے بانی مولانا ظہور احمد بگوی رحمۃ اللہ علیہ (۱۹۰۱ء۔۔۔۔ ۱۹۴۵ء) اسی علاقہ کے نامور فرزند تھے۔ صرف چوالیس سال عمر پائی، لیکن ایسی بھرپور زندگی گزاری کہ حیرانی ہوتی ہے۔ ایک دور

افتادہ اور بے وسائل قصباتی ماحول کی پروردہ شخصیت کہ جس کا ورثہ علم تھا، شرافت تھی اور نجابت تھی۔ یہ انہی مولانا ظہور احمد بگویؒ کا ایک معرکہ آراء خطاب ہے۔ آخری عوامی خطاب! موضوع ہے رفض وسبائیت۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ خطاب اتنا ہی اثر آفریں بلکہ وجد آفریں کہ جتنی کسی کامیاب سے کامیاب مقرر سے توقع کی جاسکتی ہے۔ ایک بہاؤ، ایک روانی بلکہ کہیں کہیں طغیانی کہ جس میں واقعات، انکشافات، تصریحات اور توضیحات کے سلسلے موج در موج پھیلتے چلے گئے ہیں۔ ۷۰ صفحوں پر پھیلا ہوا یہ خطاب کوئی پچپن برس بعد دوسری مرتبہ شائع ہوا ہے۔

اس خصوصی اشاعت کی قیمت ۳۰ روپے اور ضخامت ۱۰۴ صفحات ہے۔ رابطے کا پتا مجلس مرکزیہ حزب الانصار، شارع جامع مسجد بھیرہ (سرگودھا) ہے۔

فضیلتِ قرآن: یہ رسالہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے ممتاز شاگرد اور خلیفۂ مجاز حضرت مفتی الٰہی بخش کاندھلویؒ (۱۷۴۹ء---۱۸۲۹ء) کے تبرکات علمیہ میں سے ہیں۔ اس کا فارسی سے اردو میں ترجمہ، فاضل گرامی مولانا نورالحسن راشد کاندھلوی نے کیا ہے، بلکہ سو (۱۰۰) کے لگ بھگ حواشی کا اضافہ بھی کیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یہ رسالہ بہت دلچسپ ہے تو زبان کا جدید محاورہ شاید اس کی اجازت نہ دے۔ اس لئے کہ من حیث القوم (بلکہ من حیث الامت) ہماری ''دلچسپیاں'' جن اجزاء وعناصر سے مرکب ہیں، قرآن کریم ان میں شامل و داخل ہی نہیں، چہ جائیکہ ہمارے عمومی ذوقِ مطالعہ کے لئے ''فضیلتِ قرآن'' ایسے واعظانہ اسلوب کے رسالے میں کوئی کشش ہو۔ لیکن اس رسالے میں ایک کشش ہے ضرور۔ اسلوب اس کا دلچسپ نہیں، دل پذیر ہے، جبکہ مواد دل افروز! مؤلف علیہ الرحمۃ نے (بقول خود) معتبر احادیث شریفہ ''مشکوٰۃ'' (وغیرہ) سے، فقہی مسائل ''مطالب المؤمنین'' (وغیرہ) سے، آداب تلاوت ''کیمیائے سعادت''، ''مفتاح الجنان''، اور ''تنبیہ الغافلین'' سے انتخاب کر کے یکجا کر دیے ہیں۔ جبکہ آخر میں ذکر، کلمہ طیبہ، استغفار اور درود شریف کے فضائل یوں بیان فرمائے ہیں کہ حسن ترتیب اور حسن تربیت، دونوں کا حق ادا کر دیا ہے۔

۵۶ صفحوں پر مشتمل یہ خوبصورت اور مجلد کتابچہ ایک علم دوست بزرگ میر سید زاہد حسین صاحب نے اپنی مرحومہ بیٹی اور اہلیہ کے ایصالِ ثواب کے لئے بلا قیمت اشاعت کے لئے چھپوایا ہے۔ میر صاحب کا پتہ ہے: عائشہ اکادمی، العابد، محلہ میر سید عابد حسین، صادق آباد ضلع رحیم یار خان۔

آزادی کی انقلابی تحریک

فوجی بھرتی بائیکاٹ 1939ء ۞ مؤلف محمد عمر فاروق
(قیمت 150 روپے)

۞ جنگ عظیم دوم میں ہندوستان سے انگریزی فوج میں بھرتی کے خلاف ایک عظیم تحریک ۞ فوجی بھرتی کے خلاف ہندوستان بھر میں مجلس احرار اسلام کی پہلی اور تنہا آواز ۞ اکابر احرار کی جرأت و کردار ۞ آزادی کے گمنام کارکنوں کا تذکرہ ۞ قربانی و ایثار کی لازوال داستان ۞ ایمان پرور واقعات اور کفر شکن مہمات ۞ تاریخ آزادیٔ ہند کے اس روشن باب پر پہلی کتاب

ملنے کا پتہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان (فون:511961)

بنتِ امیر شریعت سیدہ ام کفیل مدظلہا

مسافرانِ آخرت

سید محمد سالم اندرابی انتقال کر گئے: ۵، اپریل ۲۰۰۱ء (۱۰، محرم ۱۴۲۲ھ) کو بنگلہ دیش میں سید محمد سالمؒ اندرابی صاحب انتقال کر گئے۔ وہ حضرت امیر شریعتؒ کے سب سے بڑے ماموں سید علی ہاشم صاحب کے بڑے سے چھوٹے فرزند تھے۔ ریلوے میں ملازم تھے۔ پاکستان بننے پر پٹنہ (بہار) سے مشرقی پاکستان میں تبدیلی کرالی۔ سید پور، پاربتی پور اور آخر میں ایشرڈی میں ریلوے اکاؤنٹس آفس میں ملازمت کی۔ جب مکتی باہنی اور عوامی لیگ کے قائم کردہ بنگلہ دیش میں بہاریوں کا جینا دوبھر کر دیا گیا تو عزت بچانے کی خاطر اہلیہ اور بچوں کو انہوں نے کراچی بھیج دیا۔ یہاں کچھ سسرالی عزیز پہلے سے مقیم تھے۔ خود البتہ وہ نہیں آئے پتا نہیں کیوں؟ بچوں نے بہت منتیں بھی کیں۔ بڑا بیٹا سید محمد واسم اور اہلیہ چند برس قبل کراچی میں ہی انتقال کر گئیں۔ تین بیٹے سید محمد خاتم، سید محمد غانم، سید محمد ناعم اور دو بیٹیاں کراچی میں ہی مقیم ہیں۔ عاشورہ کے دن ان کا وہیں ایشرڈی (بنگلہ دیش) میں انتقال ہو گیا۔ احباب نے بچوں کو ٹیلیفون پر اطلاع دی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ نہ کبھی وہ پاکستان آئے، نہ ہم نے انہیں دیکھا، مگر اباجی کے ایک بھائی کی وفات پر دل ملول ہے، ان کے بچے نیک نامی کی زندگی گزار رہے ہیں اور ملتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہو اور مرحوم و مغفور سے عفو و کرم اور رحمت و بخشش کا معاملہ فرمائیں (آمین)۔ مرحوم بہت خوش طبع اور خوش ذوق تھے۔ شعر بھی کہتے تھے۔ ایک دفعہ اباجی کو ایک نظم لکھ کر بھیجی جس کا مقطع تھا کہ

تم نرے مولوی رہے سالم　　چار سو بیس ہو گئی دنیا

ملا محمد ربانی رحمتہ اللہ علیہ: وزارتی کونسل افغانستان کے سربراہ ملا محمد ربانی ۱۶، اپریل ۲۰۰۱ء کو راولپنڈی کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے مرحوم، جہادِ افغانستان کے ابتدائی مجاہدین میں سے تھے۔ امیر المؤمنین ملا محمد عمر مجاہد نے افغانستان میں اسلامی انقلاب کیلئے جہاد کا آغاز کیا تو وہ ان کے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد اور دست راست تھے وہ طالبان حکومت کے ایک اہم ستون شمار ہوتے تھے۔ خون کے سرطان میں مبتلا ہوئے مگر طویل علالت ان کے فرائض منصبی میں رکاوٹ نہ بن سکی۔ انکی رحلت نہ صرف طالبان کیلئے صدمہ ہے۔ بلکہ عالم اسلام کے لئے بھی شدید غم اور صدمہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور ان کی محنت و قربانی کو ثمر آور بنائے (آمین)

مولانا عبدالستار خان نیازی رحمتہ اللہ علیہ: بریلوی مکتبۂ فکر کے ممتاز رہنما اور جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا عبدالستار خان نیازی ۲، مئی ۲۰۰۱ء کو میانوالی میں انتقال کر گئے مرحوم، دینی و دنیاوی تعلیم سے آراستہ ایک جری اور بہادر انسان تھے۔ آغازِ شباب میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن میں شامل ہوئے۔ حمید نظامی کے دوستوں میں سے تھے بانی پاکستان کے عاشقوں اور حمید نظامی کے دوستوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تحریک پاکستان، تحریک تحفظ ختم نبوت ۱۹۵۳ء اور تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء کے علاوہ پاکستان میں اسلام اور بنیادی حقوق کے حوالے سے اٹھنے والی تمام تحریکوں میں صف اوّل میں سرگرم رہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی سے اختلاف ہوا تو جمعیت علماء پاکستان کا الگ دھڑا بنالیا مگر آخری دنوں مولانا نورانی کو بھائی کہہ کر صلح کر لی۔

؎ حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

شیخ الحدیث حافظ محمد عبداللہ رحمتہ اللہ علیہ: مرکزی جمعیت اہلحدیث پاکستان کے سرپرست اعلیٰ شیخ الحدیث مولانا محمد

عبداللہ (مہتمم جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ) طویل علالت کے بعد ۲۸، اپریل ۲۰۰۱ء بروز ہفتہ صبح ۶ بجے، ۸۲ برس کی عمر میں گوجرانوالہ میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ اہلِ حدیث مکتبۂ فکر کے ایک جید عالم، استاذ الحدیث اور نامور محقق تھے۔ اہلِ سنت کے تمام مکاتبِ فکر میں احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ تمام عمر قرآن وحدیث کی خدمت کی اور ہزاروں شاگرد بنائے۔ ان کے انتقال سے بلاشبہ ملک ایک جید عالمِ دین سے محروم ہوگیا ہے۔

حضرت مولانا عبدالغفور صاحب رحمہ اللہ: مدرسہ عربیہ عیدگاہ کے مہتمم اور ممتاز عالمِ دین، حضرت مولانا عبدالغفور صاحب ۲۸، مئی ۲۰۰۱ء بروز پیر انتقال فرماگئے۔

حضرت نبی بخش مرحوم: درگئی، مالاکنڈ ایجنسی صوبہ سرحد میں ہمارے دیرینہ رفیق ومہربان حضرت نبی بادشاہ ۹ مئی ۲۰۰۱ء کو انتقال کرگئے۔ مرحوم نے حضرت امیرِ شریعتؒ کی یاد میں تعلیم القرآن کا ایک مدرسہ بھی قائم کر رکھا تھا۔

والدہ مرحومہ ڈاکٹر جمال الدین صاحب: مجلس احرار اسلام راولپنڈی کے صدر ڈاکٹر جمال الدین محمد انور کی والدہ ماجدہ گزشتہ ماہ انتقال کرگئیں۔

شیخ محمد اکرم لدھیانوی مرحوم: مجلس احرار اسلام ملتان کے ناظم نشر واشاعت شیخ حسین اختر لدھیانوی کے چھوٹے بھائی شیخ محمد اکرم لدھیانوی ۲۶ اپریل ۲۰۰۱ء بروز جمعرات اوکاڑہ میں انتقال کرگئے۔ مرحوم ۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں ساہیوال جیل میں پابند سلاسل رہے۔ امیر احرار، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری دامت برکاتہم نے مرحوم کے گھر جاکر اہلِ خانہ سے تعزیت کی اور صبرِ جمیل کی تلقین فرمائی۔

جناب محمد بخش صاحب مرحوم: صادق آباد سے ہمارے معاون اور مہربان جناب فضل الرحمٰن صاحب کے والد ماجد جناب محمد بخش صاحب ۴ مئی ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک انتقال فرماگئے۔

قاری کریم بخش صاحب کو صدمہ: مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم ملتان کے مدرس، محترم قاری کریم بخش صاحب کی والدہ ماجدہ ۲۹، اپریل ۲۰۰۱ء بروز اتوار، بستی جنبل والا (کہروڑپکا) میں انتقال کرگئیں۔

حاجی محمد عبداللہ صاحب (پشاور) کو صدمہ: پشاور میں ہمارے دیرینہ کرم فرما محترم حاجی محمد عبداللہ کے جواں سال فرزند عبدالحمید ۲۳، اپریل ۲۰۰۱ء کو انتقال کرگئے۔

اہلیہ مرحومہ شیخ محمد یوسف (سیالکوٹ): مجلس احرار اسلام کے مخلص اور قدیم کارکن محترم شیخ محمد یوسف کی اہلیہ ۱۹ جنوری ۲۰۰۱ء کو سیالکوٹ میں انتقال کرگئیں۔

سیٹھ ماسٹر محمد اشرف مرحوم: مجلس احرار اسلام ڈیرہ اسمٰعیل خان کے قدیم کارکن ماسٹر محمد اشرف صاحب گزشتہ ماہ انتقال کرگئے۔

محترم صوفی نذیر احمد کو صدمہ: مجلس احرار اسلام ملتان کے صدر محترم صوفی شیخ نذیر احمد کے خالو شیخ رحمت اللہ صاحب ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ۲۱ مئی ۲۰۰۱ء بروز پیر انتقال کر گئے۔

شیخ بشیر احمد صاحب کو صدمہ: مجلس احرار اسلام کے مخلص کارکن محترم شیخ نذیر احمد صاحب کے جواں سال بیٹے شیخ شبیر احمد ۲۷ مئی ۲۰۰۱ء بروز اتوار انتقال کر گئے۔

والدہ مرحومہ ڈاکٹر سعید اختر لودھی: ملتان میں ہمارے کرم فرما ڈاکٹر سعید اختر لودھی صاحب کی والدہ ماجدہ ۲۲ مئی ۲۰۰۱ء بروز منگل انتقال کر گئیں۔ ان کی نماز جنازہ سید محمد کفیل بخاری نے پڑھائی۔

اہلیہ مرحومہ عبدالجبار صاحب: ملتان میں ہمارے مہربان محترم عبدالجبار صاحب کی اہلیہ گزشتہ ماہ انتقال کر گئیں۔ ان کی اکلوتی بیٹی جامعہ بستانِ عائشہؓ، دارِ بنی ہاشم ملتان میں زیر تعلیم ہیں۔

حافظ محمد نوید (متعلم مدرسہ معمورہ ملتان) کو صدمہ: حافظ محمد نوید (متعلم مدرسہ معمورہ ملتان) کے نانا محترم علی محمد ۲۵ مئی ۲۰۰۱ء بروز جمعۃ المبارک انتقال کر گئے۔

محمد تحسین صدیقی و محمد تسلیم صدیقی کو صدمہ: محترم محمد تحسین صدیقی (صادق آباد) اور محمد تسلیم صدیقی (وزیر آباد) کی ہمشیرہ ۳ مئی کو ۲۰۰۱ء بروز جمعرات چیچہ وطنی میں انتقال فرما گئیں۔

شیخ عبدالخالق کو صدمہ: فدائے احرار شیخ اللہ رکھا مرحوم کی پوتی اور شیخ عبدالخالق کی بیٹی ۵ مئی ۲۰۰۱ بروز ہفتہ لاہور میں انتقال فرما گئیں۔

مولوی محمد جمیل صاحب کو صدمہ: مولوی محمد جمیل صاحب (چیچہ وطنی) کی والدہ ۷ مئی ۲۰۰۱ء بروز پیر انتقال فرما گئیں۔

مجلس احرار اسلام کے مرکزی امیر، حضرت پیر جی سید عطاء المہیمن بخاری، تمام مرکزی قائدین اور ادارہ نقیب ختم نبوت کے تمام اراکین، مرحومین کیلئے دعاءِ مغفرت کرتے ہیں اور پسماندگان سے اظہار تعزیت کرتے ہوئے ان کے لئے صبر کی دعا کرتے ہیں۔ قارئین سے بھی درخواست ہے کہ وہ اپنی خصوصی دعاؤں میں ان حضرات کو یاد رکھیں اور ایصالِ ثواب کا اہتمام فرمائیں (ادارہ)

دعاءِ صحت

مجلس احرار اسلام کے قدیم کارکن اور حضرت امیر شریعت کے دیرینہ فدا کار محترم حفیظ رضا پسروری اور ان کی اہلیہ محترمہ (مقیم لاہور) طویل عرصہ سے شدید علیل ہیں۔

☆ مجلس احرار اسلام کے مرکزی نائب صدر محترم چودھری ثناء اللہ بھٹہ صاحب کی صحت اب قدرے بہتر ہے مگر مکمل افاقہ نہیں۔

☆ مجلس احرار اسلام سیالکوٹ کے سالار جناب عبدالعزیز صاحب گزشتہ چند برسوں سے صاحب فراش ہیں۔ احباب و قارئین سے ان تمام حضرات کی مکمل صحت یابی کیلئے دعاء کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں شفاء کاملہ عطاء فرمائے! آمین　　(ادارہ)

پروفیسر خالد شبیر احمد

غزل

آنکھوں میں اب کسی کے کوئی اشکِ تر تو ہو / زمز آشنا تو ہو کوئی ،آشفتہ سر تو ہو
طے ہوں یہ سب مسافتیں ،گھٹ جائیں فاصلے / راہِ ثبات پر کوئی گرمِ سفر تو ہو!
پانی میں پھر سے رَن پڑے گھمسان کا وہی / ہو سر کشیدہ موج یہ، سرکش بھنور تو ہو
تگِ حنا سے آگے ہے اُس رنگِ خوں کی بات / قلب و نظر پہ تیرے کوئی جلوہ گر تو ہو
راب بھی ضمیر وظرف پہ ہو چاند مہرباں / پر تیرے ہاتھ میں کوئی وصفِ ہنر تو ہو
خیرہ ہے کیوں یہ آنکھ آنکھ عکس ذات سے / اس عکس ذات کو کبھی اپنی خبر تو ہو
میں ہوں سکوتِ شام کی گہرائیوں میں گم / اس تیرگی کی تہ مین کوئی اِک سحر تو ہو
نصف النہار پہ ہے میرا آفتابِ درد / حرص و ہوس کی دھوپ میں کوئی شجر تو ہو
عارض کی اس تپش سے تیری جل اُٹھا ہے دل / اس واردات ِ دل کی تجھے بھی خبر تو ہو
خالد شکستہ پا ہوں میں صحرائے شوق میں / سر پھوڑنے کو اب کہیں در و دیوار تو ہو

علمی، تاریخی، سوانحی، خطبات اور اہم دینی موضوعات پر مشتمل نادر کتب

شہر سدوم	شفیق مرزا	100/=
خلفاء راشدین (چھے خلفا کا تذکرہ)	مولانا سعید الرحمٰن علویؒ	250/=
توحید وشرک کی حقیقت	امام اہل سنت مولانا سید نور الحسن شاہ بخاریؒ	150/=
حیات النبی، سید الکائنات	" " "	45/=
شھداء بالاکوٹؒ	خطبات علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہیدؒ	15/=
براتِ عثمان	مولانا ظفر احمد عثمانیؒ	15/=
تجدیدِ سبائیت	مولانا محمد اسحٰق سندیلویؒ	20/=
محدث اعظم، امام ابوحنیفہؒ	مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ	15/=

رابطہ: بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061- 511961

وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم دینی ادارے

اپیل: وفاق المدارس الاحرار پاکستان کے تحت قائم از تیس مدارس، قرآن وحدیث کی تعلیم وتبلیغ میں مصروف ہیں۔ اخراجات کا تخمینہ تقریباً تیس لاکھ روپے سالانہ۔ جس میں طلباء کی رہائش، وظائف اور دیگر ضروریات، طعام، علاج شامل ہیں۔ تعمیرات اور توسیع کے اخراجات علاوہ ہیں۔ اکثر مدارس کا خرچ وفاق کے ذمہ ہے جبکہ بعض مدارس اپنا خرچ خود پورا کرتے ہیں۔ اہل خیر سے درخواست ہے کہ اپنے عطیات اور زکوٰۃ صدقات عنایت فرما کر اللہ سے اجر پائیں۔

☆ مدرسہ معمورہ جامع مسجد ختم نبوت، دار بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد نور تغلق روڈ ملتان ☆ جامعہ بستان عائشہؓ (برائے طالبات) دار بنی ہاشم، ملتان فون 061-511356

☆ جامعہ معاذ بن جبلؓ بدھلہ روڈ، ملتان (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ طوبیٰ، 17 کسی۔ وہاڑی روڈ ملتان

☆ مدرسہ تعلیم القرآن مکی مسجد چوک حرم گیٹ ملتان ☆ مسجد مولوی محمد رمضان والی محلّہ کوٹلہ تولے خان

☆ مدرسہ معمورہ۔C-69 حسین سٹریٹ وحدت روڈ، نیو مسلم ٹاؤن۔لاہور فون: 042-5865465

☆ مدرسہ ختم نبوت، مسجد احرار۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ فون 04524-211523

☆ بخاری پبلک سکول۔ چناب نگر (ربوہ) ضلع جھنگ ☆ احرار مرکز، مدنی مسجد، بخاری ٹاؤن۔ سرگودھا روڈ چنیوٹ ضلع جھنگ (زیر تعمیر)

☆ مدرسہ ختم نبوت لال مسجد بستی کھچیاں چناب نگر ☆ مدرسہ فاروق اعظم، موضع اصحابہ چک کالی مال ضلع جھنگ

☆ مدرسہ محمودیہ، مسجد المعمور ناگڑیاں، ضلع گجرات ☆ دارالعلوم ختم نبوت، جامع مسجد چیچہ وطنی فون 0445-611657

☆ دارالعلوم ختم نبوت (احرار ختم نبوت سنٹر) مرکزی مسجد عثمانیہ، ہاؤسنگ سکیم چیچہ وطنی، فون 0445-610955

☆ مدرسہ و مسجد معاویہؓ جھنگ روڈ ٹوبہ ٹیک سنگھ ☆ مسجد صدیقیہ، کمالیہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ

☆ مدرسہ ابوبکر صدیقؓ جامع مسجد ابوبکر صدیقؓ، تلہ گنگ، ضلع چکوال فون 05776-412201

☆ مدرسہ احرار اسلام مسجد سیدنا علی المرتضیٰؓ چکڑالہ ضلع میانوالی (زیر تعمیر) ☆ — مدرسہ ختم نبوت نواں چوک گڑھا موڑ ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ ختم نبوت، چشتیاں، (ضلع بہاولنگر) (زیر تعمیر) ☆ مدرسۃ تعلیم القرآن جامع مسجد شہبی غربی حاصل پور (ضلع بہاولنگر)

☆ مدرسۃ العلوم الاسلامیہ، جامع مسجد گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی فون 0693-690013 ☆ مدرسۃ البنات (برائے طالبات) گڑھا موڑ۔

☆ مدرسہ معمورہ، مسجد صدیقیہ، میراں پور تحصیل میلسی ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت تعلیم القرآن چک P-14 خان پور

☆ مدرسہ ختم نبوت، چک نمبر 88/WB گڑھا موڑ۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ ختم نبوت چک 76 بھگوان پورہ ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ ختم نبوت گرین ٹاؤن نزد چونگی 8 لاہور روڈ بورے والا ضلع وہاڑی (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام بستی بھٹہ موضع نوزبہ تحصیل میلسی، ضلع وہاڑی

☆ مدرسہ معمورہ تعلیم القرآن۔ چک نمبر 158 الف 10.R جہانیاں ضلع خانیوال (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ احرار اسلام مصطفیٰ آباد، کرم پور۔ ضلع وہاڑی ☆ مدرسہ معمورہ، الیاس کالونی، صادق آباد۔ ضلع رحیم یار خان ☆ مدرسہ احرار اسلام بستی میرک ضلع رحیم یار خان (زیر تعمیر) ☆ مدرسہ عربیہ محمودیہ القرآن، چاہ کیکر والا موضع محبت پور ☆ مدرسہ دارالسلام، چاہ چڑھوئے والا ہکلر والی، ضلع مظفر گڑھ ☆ مدرسہ معمورہ، معاویہ بستی مہرپور۔ ضلع مظفر گڑھ

ترسیل زر کیلئے

بذریعہ منی آرڈر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری

☆ مدیر وفاق المدارس الاحرار ☆ امیر مجلس احرار اسلام پاکستان۔ دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان

بذریعہ بینک: ڈرافٹ/ چیک بنام مدرسہ معمورہ ملتان، حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

تحریک تحفظ ختم نبوت (شعبہ تبلیغ)
مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام

جنت میں گھر بنائیے!

مرکزی مسجد عثمانیہ

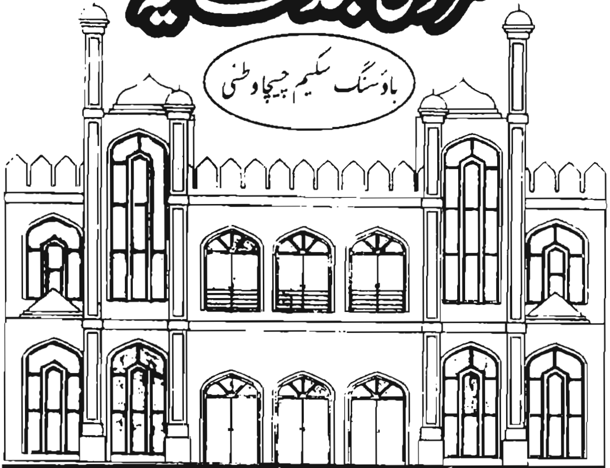

آرکیٹیکٹ: محمد عمران محبوب فیصل آباد 754274

مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی کی تعمیر جاری ہے نقد یا سامان کی صورت میں تعاون کا ہاتھ بڑھائیں اور اللہ سے اجر پائیں

رابطہ و معلومات اور ترسیل زر کے لیے

دفتر دار العلوم ختم نبوت بلاک نمبر 12 چیچا وطنی فون نمبر: 611657 - 0445

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر 9-2324 نیشنل بنک جامع مسجد بازار چیچاوطنی
اکاؤنٹ بنام: مرکزی مسجد عثمانیہ ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی

منجانب
انجمن مرکزی مسجد عثمانیہ (رجسٹرڈ) فون نمبر 610955 - 0445
ای بلاک لوانکم ہاؤسنگ سکیم چیچاوطنی۔ ضلع ساہیوال پاکستان

قائم شدہ ۲۸ نومبر ۱۹۶۱ء
قرآنی تعلیمات کا مرکز

بیاد: مجدد بنی ہاشم سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
بانی: ابن امیر شریعت، محسن احرار، مولانا سید عطاء المحسن بخاری رحمۃ اللہ علیہ

ملتان میں مدرسہ معمورہ

4 درس گاہوں کی تعمیر کیلئے

5 لاکھ روپے

کی فوری ضرورت

احباب خیر توجہ فرمائیں

نقد و سامانِ تعمیر عنایت فرما کر اللہ تعالیٰ سے اجر پائیں

بذریعہ بینک، چیک یا ڈرافٹ بنام مدرسہ معمورہ حبیب بینک حسین آگاہی ملتان

☆ الحمد للہ درجہ حفظ و ناظرہ تعلیم قرآن کریم، درجہ کتب درس نظامی اور شعبہ پرائمری میں اس وقت 150 طلباء زیر تعلیم ہیں

☆ 7۔ اساتذہ تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں ☆ 50 طلباء مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں

☆ طالبات کیلئے جامعہ بستانِ عائشہ قائم ہے جس میں حفظ قرآن کریم اور دورہ حدیث تک تعلیم دی جاتی ہے

☆ مدرسہ معمورہ، مجلس احرار اسلام کے شعبہ تعلیم ''وفاق المدارس الاحرار'' سے ملحق ہے

☆ ملک کے مختلف شہروں میں 36 دینی مدارس وفاق المدارس الاحرار کے زیر انتظام چل رہے ہیں

☆ 15 مدارس کے اخراجات وفاق کے ذمہ ہیں۔ ☆ سالانہ اخراجات 35 لاکھ روپے ہیں

☆ مدرسہ معمورہ اور جامعہ بستانِ عائشہ کا وفاق المدارس العربیہ پاکستان سے الحاق ہے اور اسی کے نصاب کے مطابق تعلیم دی جارہی ہے

الداعی الی الخیر: ابن امیر شریعت سید عطاء المہیمن بخاری مہتمم مدرسہ معمورہ، دار بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 061-511961

Monthly Multan
NAQEEB-E-KHATAM-E-NUBUWWAT
REGD.M-NO.32 Vol.No.12 No.6 Tel: 061-511961

عنقریب

محقق دوراں جانشین امیر شریعت حضرت مولانا
سید ابو معاویہ ابوذر بخاری رحمۃ اللہ علیہ
کی بے مثال علمی و تحقیقی تالیف مع اضافات جدید

احکام و مسائل

خطبات جمعہ، نکاح و عیدین

علماء طلباء اور عامۃ الناس کے لئے دینی معلومات کا ایک نادر و نایاب علمی تحفہ

ایک ایسی کتاب جس کا تمام علمی حلقوں میں برسوں سے انتظار کیا جا رہا تھا پہلی بار جدید کمپیوٹر کتابت، اعلیٰ سفید کاغذ، عمدہ طباعت اور جاذب نظر سرورق کے ساتھ پیش خدمت ہے

صفحات ـــــ 525 عنوانات قیمت ـــــ 250 روپے

☆ فضائل و احکام جمعہ ☆ فضائل و احکام رمضان
☆ احکام عید الفطر ☆ احکام عید الاضحیٰ
☆ اسلام کا قانون نکاح ☆ فضائل و احکام عقیقہ
☆ فضائل و احکام صلوٰت الاستسقاء ☆ فضائل و احکام دعاءِ قنوت نازلہ

نوٹ

قارئین نقیب ختم نبوت مبلغ -/200 روپے پیشگی منی آرڈر روانہ کر کے رجسٹرڈ ڈاک سے کتاب حاصل کریں۔

ملنے کا پتہ بخاری اکیڈمی دارِ بنی ہاشم مہربان کالونی ملتان فون: 511961

AL-KITAB GRAPHICS PUL SHIWALA MULTAN.Ph: 061-584604